وجوب التعاون بين المسلمين

مسلمانوں میں باہمی رواداری کی ضرورت

تصنیف

عبدالرحمن بن ناصر السعدی

مترجم

عبدالعظیم حسن زئی

من اصدارات

Islamic Propagation Office in Rabvah

P.O.Box:29465 Riyadh 11457 Tel:4454900-4916065

FAX:4970126 E-Mail:rabwah@islamhouse.com

http://www.islamhouse.com

ندائے مترجم

﴿اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا﴾[المائدة:٣١]

''میں نے آج تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے بطور نظام زندگی کے اسلام کو منتخب کر لیا ہے''۔

اللہ کے اس فرمان کے بعد کسی بھی مسلمان کے دل میں ذرہ برابر شک نہیں رہتا کہ دین مکمل ہے یا نہیں؟ ہر مسلمان اس آیت کے بعد قلبی طور پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ دین اسلام میں کوئی کمی یا نقص یا عیب باقی نہیں رہا ہے۔ جناب نوح علیہ السلام سے جس دین کا آغاز ہوا تھا اس کی تکمیل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہوگئی ہے۔

آیت مذکورہ پر یقین وہ مسلمان کرتا ہے جو اللہ کے کلام قرآن مجید پر یقین رکھتا ہے۔ ایسے مسلمان کے سامنے اسلام کی اکملیت پر مزید دلائل کی ضرورت نہیں رہتی۔ مگر اس دنیا میں نہ تو سارے لوگ مسلمان ہیں اور نہ ہی سب مسلمان یکساں ہیں۔ اگر ایک طرف غیر مسلم اسلام دشمن لوگ اسلامی احکامات کو مشکوک بنانے پر تلے ہوئے ہوں تو دوسری طرف مسلمانوں میں بھی کچھ ضعیف الاعتقاد کمزور ایمان والے مسلمان ایسے ہیں جو دنیا کے دیگر نظامہائے زندگی سے متاثر ہو کر رفتہ رفتہ دین سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ بلکہ اسلام کی صلاحیت وصالحیت پر شکوک وشبہات کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس میں اگر کچھ قصور ان کمزور ایمان والے مسلمانوں کا ہے تو کم قصور ان علماء یا مبلغ کہلانے والوں کا

بھی نہیں جو اسلام کو صرف مرنے کے بعد کا دین قرار دیتے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کا رابطہ اس دنیاوی زندگی سے کاٹ دیا ہے اول یہ کہ صرف اخروی زندگی پر ہی سارا زور صرف کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے دنیاوی مشاکل و مسائل کے حل کے لیے دیگر ادیان یا نظامہائے زندگی کا سہارا لینا شروع کر دیا ہے۔ ایسے میں کچھ جید علماء نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور اسلام کو مکمل ترین نظام زندگی کے روپ میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور یہ علماء اپنے اس مقصد میں اس حد تک کامیاب ہو گئے کہ اب مسلمان خصوصاً نوجوان طبقہ تیزی سے اسلام کی طرف آ رہا ہے۔ ان علماء میں سے ایک قابل اعتماد و قابل اعتبار نام جناب عبدالرحمٰن الناصر بن سعدی کا ہے جو مشہور مفسر قرآن اور معقولہ اور منقولہ علوم کی مہارت کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی نظامہائے سیاست و معیشت پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ ادیان عالم کا وسیع مطالعہ اور مسلمانوں کی تاریخ کا مشاہدہ رکھتے ہیں۔ عبدالرحمٰن الناصر نے اپنے وسیع مطالعے اور طویل تجربات کی روشنی میں ایک مختصر مگر نہایت ہی جامع کتاب بنام: ”وجوب التعاون بین المسلمین“ تصنیف کی ہے جس میں اسلام کی تمام خوبیاں اس کی صلاحیتیں اس کی اکملیت وافادیت پر مدلل روشنی ڈالی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر ادیان سے اسلام کا تقابل پیش کر کے اسلام کی حقانیت کو نقلی و عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

عربی میں لکھی ہوئی اس کتاب کی افادیت اور دور حاضر میں مسلمانوں کی حالت زار کے مدنظر چند مخلص نوجوانوں نے جذبہ ایمانی کے تحت اس کتاب کو اردو میں شائع کرنے کا احسن فیصلہ کیا۔ اردو ترجمے کے لیے راقم کو ذمہ داری سونپی گئی۔ راقم نے اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود اس علمی

شہ پارے کو اس طرح اردو قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے کہ مصنف کے خیالات عالیہ قارئین تک بعینہٖ پہنچ سکیں۔

اگرچہ شیخ عبدالرحمٰن جیسی علمی شخصیت کے خیالات کی ترجمانی مجھ جیسے کم علم کے بس کی بات نہیں ہے مگر قحط الرجال کے اس دور میں قارئین کو اسی پر اکتفا کرنا ہوگا۔

اللہ سے دعا ہے کہ کتاب کے مصنف' مترجم اور ناشران ومعاونین کے لیے اس کتاب کو ذخیرہ آخرت بنائے اور مسلمانوں کے لیے نفع عام کا سبب بنائے۔

آمین

عبدالعظیم حسن زئی

استاد جامعہ ستاریہ اسلامیہ
گلشن اقبال کراچی

معاون مدیر پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین احمده علی ماله من صفات العظمة والکبریاء والجلال واشکره علی نعمه الظاهره.........................وسلم تسلیما .

امــــــابعــــــــــــــــد:

پیش نظر کتاب میں مسلمانوں کو ان کی دینی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔اور تمام دینی ودنیاوی مفادات ومصالح میں باہمی تعاون ۔شرعی جہاد ٔان مفید واہم معاملات کے اصول وضوابط کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے۔اور براہین قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے۔اللہ کے ہاں دین (نظام حیات) صرف اسلام ہے۔

تمام مشترکہ مفادات خصوصاً جہاد پر باہمی تعاون ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة:٢]

''آپس میں نیکی اور تقویٰ (کے کاموں میں) تعاون کرو اور برائی اور زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو''۔

البــــر : (نیکی) اس سے مراد ہر وہ کام جس کا اللہ نے یا اس کے رسول نے حکم دیا ہے' اسے پسند کیا ہے چاہے اس کا تعلق دینی عقائد سے ہو اخلاق' آداب اقوال' افعال' سے ہو شرائع ظاہرہ ہوں یا باطنہ ۔حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد یا جہاد فی سبیل اللہ سب پر اجمالی وتفصیلی تعاون ہو یہ سب کے سب تعاون علی البر میں داخل ہیں۔

تعاون علی التقویٰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے منع کردہ امور کرنے، فواحش ظاہر و باطنہ، گناہ، سرکشی، اللہ کے بارے میں لاعلمی پر مبنی بات کرنے سے اجتناب۔ بلکہ ہر قسم کا کفر، فسق اور نافرمانی ترک کرنا۔ اس تعاون میں یہ بھی شامل ہے کہ دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے ہر قسم کے وسائل و ذرائع کو بروئے کار لانا۔ مثلاً حالات کے مطابق اسلحے کی تیاری و فراہمی۔ اس مقصد کے لیے جو مخصوص مہارت درکار ہے اس کا حصول اور مادی و روحانی طاقت جو اس مقصد کے لیے درکار ہے اس کا حصول۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾[الانفال: ٦٠]

''ان (دشمنوں) کے مقابلے کے لیے جہاں تک ہو سکے قوت تیار کرو''۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ﴾[النساء: ٧١]

''اے ایمان والو اپنا تحفظ اپناؤ''۔

یہاں جس قوت کا ذکر ہے اس سے مراد ہے کہ ہر قسم کی عقلی، سیاسی، صنعتی، فوجی قوت اور ملک کے لیے بہترین دفاعی نظام، دشمن سے حفاظت کے لیے جتنے اور جو بھی وسائل و ذرائع حاصل کیے جا سکتے ہیں حاصل کیے جائیں فوجی بیرک اور قلعے بنائے جائیں۔ اللہ نے متعدد آیات میں اپنے رسول ﷺ کو سرکش سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور احادیث جہاد بالنفس ہو، بالمال ہو یا بالرائی ہو۔ اجتماعی طریقہ پر ہو ہر حال میں ہو۔ اور پھر جہاد کا حکم بھی دینا ہے ہر اس شخص کو جو اس کی استطاعت و طاقت رکھتا ہو جہاد کر سکتا ہو۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ بھی بتا دیا ہے کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے کیا کچھ اجر و ثواب دنیا و آخرت میں ہے۔ اور اللہ اس جہاد کے ذریعے کتنے فتنے و فساد ختم کرتا ہے۔ اس جہاد کے سبب کتنی

عزت، بلندی اور استحکام (مسلمانوں کو) نصیب ہوتا ہے (اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ) جہاد کے ترک کر دینے سے اس میں دلچسپی نہ لینے سے کتنی ذلت اور نقصان پہنچتا ہے۔ جہاد سے پہلوتہی کرنے والے شعوری طور پر بھی پسماندہ اور ذہنی طور پر بھی بزدلی کا شکار ہوتے ہیں۔ اللہ نے مسلمانوں کو یہ بھی بتادیا ہے کہ ان کی فکری قوت کس طرح مضبوط ہوسکتی ہے۔ اس کے لیے اللہ نے ان کو ترغیب دلائی ہے کہ باہمی محبت ومؤدت اور اجتماعیت کوفروغ دیں۔ باہمی نفرت، افتراق اور دشمنی سے منع کیا ہے۔ جہاد کا معنی ہے کہ کوشش ومحنت ہر اس کام کے لیے جو مسلمانوں کی قوت کا اور ان کے فائدے کا ذریعہ ہو اور ان کی درماندگی دور کرنے والا ہو ان کے افتراق واختلاف کو ختم کرنے والا ہو ان کے دشمنوں کو ہر طریقے اور ذریعے سے شکست دینے والا ہو۔

جہاد کی اقسام

پہلی قسم: جہاد وہ ہے جس کا مقصد مسلمانوں کی اصلاح ان کے عقائد' اخلاق' آداب اور دیگر تمام دینی و دنیوی امور کی اصلاح ہو۔ ان کی علمی و عملی تربیت ہو۔ اس قسم کا جہاد ہی حقیقی جہاد ہے۔

دوسری قسم کے جہاد کا دارومدار اور بنیاد اس جہاد پر ہے۔

دوسری قسم کا جہاد ہے اسلام اور مسلمانوں پر دشمنوں' منافقین' ملحدین اور کفار اور دیگر تمام قسم کے دشمنوں کی یلغار کا مقابلہ کرنا ان کے حملوں کو پسپا کرنا۔

یہ دو قسم کے جہاد ہیں ایک دلیل و برہان اور زبان کے ذریعے دوسرا ہر دور کے لحاظ سے حاصل کردہ و تیار کردہ اسلحے کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ یہ تو جہاد کا مجمل بیان تھا۔ اب ہم اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں الفت اور وحدت رائے پیدا کرنا بھی جہاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا ۝﴾

[آل عمران:۱۰۳]

''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ آپس میں تفرقہ مت پیدا کرو۔ اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم دشمن تھے (آپس میں) تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ تم اس کی نعمت کی وجہ سے ایک دوسرے کے بھائی بن گئے''۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾[الانفال:۶۲-۶۳]

''اللہ کی ذات وہ ہے جس نے اپنی مدد سے آپ کی تائید کی اور مومنوں کے ذریعے سے بھی اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ اگر آپ روئے زمین پر موجود سب کچھ ہی خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے مگر اللہ نے ان کے درمیان محبت والفت پیدا کر دی''۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ .... بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۰-۹]

''اگر مومنوں میں سے دو گروہ باہم لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو تم (سب مل کر) اس باغی گروہ سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہو جائے۔ اگر وہ اللہ کے حکم کی طرف آ جائے تو دونوں کے درمیان عدل کا فیصلہ کرو انصاف سے کام لو اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو''۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

﴿...... كُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ ......﴾

''اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ''۔

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر ظلم نہیں کرتا اس کو جھٹلاتا نہیں اس کو رسوا نہیں کرتا''۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

﴿مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِهِمْ وَتَرَاحمهم وتعاطفهم مثل الجسد الواحد﴾

''باہمی محبت اور رحم دلی کے لحاظ سے مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے۔''

ان کے علاوہ بھی متعدد احادیث وآیات ہیں جو اس بنیادی مسئلے پر دلالت کرتی ہیں۔ سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ مسلمانوں میں باہم محبت والفت اور اخوت پیدا کی جائے انہیں دین پر متفق کیا جائے۔ ان کو ان کے اجتماعی دینی ودنیوی مفادات کی طرف متوجہ کیا جائے۔ مسلم افراد واقوام میں اتحاد پیدا کیا جائے۔ مسلم حکومتوں کے مابین معاہدے اور روابط پیدا کیے جائیں۔ سب سے بہترین کام یہ ہے کہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں، علماء، بزرگ، حکومتی عمال اور دیگر افراد۔ ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق اس کام کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔ چاہیے مسلمان جہاں بھی ہوں ان کا مقصد حیات ہو، وحدت اسلامی، اس مقصد کے حصول کے جتنے ذرائع ہیں انہیں اختیار کیا جائے اور اس کی راہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ہٹا دیا جائے۔ یہی یقینی راستہ ہے۔ اجتماعی فلاح وکامیابی وکامرانی کا۔

مسلمانوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس اخلاص اور اس نیک مقصد کے بدلے میں اللہ کے ہاں سے اجر وثواب ملے گا۔ اس عمل میں یعنی اس جہاد فی سبیل اللہ میں اس کوشش میں اللہ کے قرب اور ثواب کے مواقع موجود ہیں۔ اس میں تمام مسلمانوں کا اجتماعی ومشترکہ فائدہ ہے۔ اجتماعی مفادات ومصلحتیں انفرادی مفادات پر مقدم ہوتے ہیں لہٰذا ان پر یہ لازم ہے کہ مذہبی، گروہی، ملکی اور خاندانی اختلافات کو افتراق کا ذریعہ نہ بنائیں۔ یہ یاد رکھیں کہ سب کا رب ایک ہے دین ایک ہے راستہ ایک ہے وہ ہے دین کی سربلندی اور تمام مسلمان طبقات کی خیرخواہی رسول سب کا ایک ہے تو پھر مقصد بھی سب کا ایک ہی ہونا چاہیے۔ تمام مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ ایمانی روابط اور دینی اخوت پیدا کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔ جب بھی مسلمان اس بات کو سمجھ جائیں گے اور عملاً اس اخوت اور وحدت کے لیے کوشش کریں گے۔ ہر شخص اپنی استکاعت کے مطابق کام کرے۔ اللہ سے مدد مانگیں اور اس پر بھروسہ کریں۔ اس مقصد تک پہنچانے والے راستوں کو اختیار کریں۔ سستی ودرماندگی اپنے اندر سے نکال دیں تو

کامیابی وکامرانی ضروران کے قدم چومے گی۔سستی ودر ماندگی اور مایوسی اس کام میں بلکہ ہر اچھے کام میں رکاوٹ بنتی ہے۔یہ دین اور حقیقی جہاد کی راہ میں بھی رکاوٹ ہیں۔جس پر بھی سستی اور مایوسی غالب آ گئی وہ کسی بھی رحم کے قابل نہیں رہتا۔جو شخص اپنے مقاصد کے حصول سے مایوس ہوجاتا ہے ہے اس کی حرکات میں سستی آجاتی ہے،وہ زندہ ہونے کے باوجود مُردوں میں شمار ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ آج کے دور میں مسلمانوں کے زوال اور ترقی سے محرومی اقوام عالم کا مقابلہ نہ کرسکنے کی وجہ صرف اور صرف یہی باہمی تفرقہ واختلاف ایک دوسرے سے نفرت اور مقاصد کے حصول کی کوششوں سے دست کش ہونا ہے۔یہ اب دوسروں پر بوجھ بن گئے ہیں حالانکہ دین اسلام نے مسلمانوں کو اس سے محتاط رہنے اس سے اجتناب کرنے کی سختی سے تاکید کی ہے۔انہیں یہ ترغیب دلائی ہے کہ یہ تمام اقوام کے لیڈر ومقتدا قوت وبہادری میں سب سے آگے ہوں گے۔حالات کا مقابلہ کرنے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینے کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔بھلائیوں کی تلاش اور حصول کی ترغیب دی گئی ہے۔انہیں کہا گیا ہے کہ اللہ کے وعدے پر مکمل بھروسہ رکھیں اپنے مقاصد کی تکمیل میں اللہ کی مدد پر یقین رکھیں وہ ضرور ان کی تکالیف دور کرے گا اور جب اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلیں گے تو وہ کامیابی دینے کا وعدہ پورا کرے گا۔جب اللہ پر اعتماد رکھو گے تو وہ بھی مایوس نہیں کرے گا۔

﴿ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَالَا يَرْجُوْنَ ﴾[النساء:١٠٤]

''اے مسلمانو! (اگر جنگ میں) تمہیں تکالیف پہنچتی ہیں تو ان (کفار) کو بھی پہنچتی ہیں تمہاری طرح جبکہ تم اللہ سے امید رکھتے ہو اور وہ امید نہیں رکھتے''۔

دینداروں اور بزدل لوگوں میں بہت بڑا فرق ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ . فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَابَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾[الاحزاب:٢٣]

''مومنوں میں سے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کا کیا ہوا وعدہ پورا کیا ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنا ارادہ' شرط' پوری کر دی اور کچھ انتظار میں ہیں۔انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی''۔

یہ ہے دین دار لوگوں کی صفت کہ اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا یہ وعدہ تھا دین کے قیام کا مسلمانوں کی بیداری کا' دین کی نصرت کا' اور اس نصرت کے لیے تمام جسمانی' مالی' ظاہری و باطنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا۔ بہادری' صبر' ہمت و استقامت کا مظاہرہ کرنے کا۔ کسی نے جان دی' کسی نے مال دیا' کسی نے (اگر خود کرنے کی استطاعت نہیں تھی تو) دیگر مسلمانوں کو دین کے کاموں کو سرانجام دینے کی ترغیب دی ان کے درمیان الفت اور اجتماعیت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کسی نے ان امور میں سے بہت سے کام انجام دیے یہ ہیں دیندار اور بہترین مسلمان انہی کی وجہ سے دین کا غلبہ وقیام ہے اور دین کی وجہ سے یہ لوگ بھی مستحکم ہیں۔ یہ لوگ ایمان' صبر اور جہاد میں چٹانوں کی طرح مضبوط اور پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے ہیں۔ ان کو اس عظیم مقصد سے کوئی پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ ان پر اگر مظالم ومصائب کے پہاڑ توڑے جائیں انہیں اس راستے پر چلنے سے نہیں روکا جا سکتا۔ تمام تکالیف کو یہ خندہ پیشانی سے سہتے ہیں۔ دل مطمئن اور روح دینی جذبے سے سرشار' کامیابی' کامرانی اور اجر وثواب کی امید بلکہ یقین کامل سے ان کے دل معمور ہوتے ہیں۔

جبکہ دوسرے قسم کے لوگ جو بزدل ہیں ہر وقت کانپتے رہتے ہیں' ان کی حالت ان مذکورہ لوگوں کے

بالکل برعکس ہوتی ہے۔ان میں کسی قسم کا قولی یا عملی تعاون نظر نہیں آتا۔نہ ہی قربانی کا جذبہ ہوتا ہے' ان پر بخل' بزدلی اور مایوسی نے قبضہ کیا ہوتا ہے۔یہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ' دشمنی اور فتنہ پھیلاتے ہیں۔ یہ گروہ مسلمانوں کے لیے کھلے دشمن کی بہ نسبت زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ گروہ دشمن کا ہتھیار ہے۔ان جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ﴾[التوبة:٤٧]

''اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ (جنگ میں) نکلتے تو یہ صرف خرابی ہی کرتے اور تمہارے درمیان (تفرقہ ڈالتے) تم میں فتنہ بپا کرتے اور تم میں سے بعض لوگ ان کی بات سننے والے ہیں۔''

یعنی ان کے دھوکے میں تمہارے کچھ لوگ آجاتے ہیں۔مسلمانوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس گروہ سے محتاط رہیں یہ فسادی ہیں' مسلمانوں کے لیے یہ بہت ہی نقصان دہ وخطرناک ہیں۔مسلمانوں کو جب بھی صلاح واصلاح کی ضرورت ہوتی ہے اس گروہ نے کبھی اسمیں اپنا کردار ادانہیں کیا۔جب بھی مسلمانوں کو مدد وتعاون اور ساتھ دینے کی ضرورت رہی یہ لوگ ہمیشہ ایسے موقع پر پیچھے رہے۔یہ گروہ جہاد فی سبیل اللہ سے' دشمنوں کا مقابلہ کرنے سے ہمیشہ پہلو تہی کرتا رہا بلکہ یہ مسلمانوں میں اس طرح مایوسی وبزدلی پھیلاتے ہیں کہ مسلمان کبھی ترقی میں مقابلہ نہیں کرسکتے۔یہ لوگ مسلمانوں کو باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی تمام کوششیں بے فائدہ ہیں' ان کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔اس گروہ میں مسلمانوں کے لیے کسی قسم کی بھلائی نہیں ہے۔نہ ان کا دین صحیح ہے۔نہ ہی ان میں دین کی حمیت ہے' نہ قوم اور وطن کا جذبہ ہے۔نہ ان میں بہتر عقل ہے۔ان لوگوں کو اور ان کے حمایتیوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ لوگوں پر ان کی استطاعت وصلاحیت کے مطابق ہی ذمہ داری ڈالتا ہے۔مومنوں کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ موجود ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے معاملے میں بھی حالات کے مطابق

حکم دیے ہیں۔ فیصلے کیے' جب مسلمان حالت ضعف وکمزوری میں تھے دشمن کا غلبہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرف دفاع اور دعوت دین کا حکم دیا اور لڑائی میں چونکہ نقصان تھا چنانچہ آپ نے اسے روکا (جب طاقت آئی تو) اس مرحلے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا ہر قسم کی قوت وطاقت سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا اور مصلحت کا جو بھی تقاضا تھا اس کو مدنظر رکھ کر حکم دیا۔ دشمنوں کا مقابلہ کرنا چونکہ ضرورت بن چکا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے نبی کی ہی اتباع کریں کہ اسی میں فائدہ اسی میں کامیابی ہے۔

''تمام معاملات میں مشاورت ضروری ہے''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾[آل عمران:۱۵۹]

''اے محمد! ان سے معاملات میں مشورہ کرلیا کرو''۔

مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾[الشوریٰ:۳۸]

''ان کے باہمی معاملات مشاورت سے (طے) ہوتے ہیں''۔

اس میں تمام وہ امور شامل ہیں جن میں مشورے کی ضرورت پڑتی ہو' چاہے وہ معاملہ دینی ہو یا دنیاوی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مصلحتوں اور فوائد کے مدنظر مشاورت سے کام لیا کریں۔ مثلاً فوائد کے حصول کا طریقہ کیا ہو؟ مسلمانوں کے باہمی حالات کی اصلاح کیسے ہو؟ اصلاح کے کتنے امکانات ہیں؟ دشمنوں سے تحفظ ان کا مقابلہ اور مقابلے کے لیے محفوظ و بہترین طریقہ وراستہ کونسا ہونا چاہیے۔ دور حاضر کے تقاضوں اور حالات حاضرہ کے مدنظر کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ اسی طرح ہر کام کے لیے

تیاری' اپنی قوت اور اپنے عزائم اجتماعی مفادات کے لیے اسی طرح بروئے کار لائیں جس پر سب کا اتفاق ہو۔ مشاورت دینی سیاست کا سب سے بڑا اصول ہے۔ اس میں دیگر فوائد بھی ہیں۔ مثلاً: اللہ کے حکم کی اطاعت' اللہ کے اس پسندیدہ راستے پر چلنا جسے اللہ نے مومنوں کی صفت قرار دیا ہے۔ اس میں رسول کی اقتدا ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ باوجود بہترین عقل اور وحی کے تائید کے اہم امور میں صحابہ کرام سے مشاورت کرتے تھے۔

مشورے کے فائدے

(۱) اس کا فائدہ یہ بھی ہے کہ صحیح رائے تک پہنچنے کا یہ سب سے بہترین ذریعہ اور امت کی آراء وافکار کو مجتمع کرنے کا اچھا راستہ ہے۔ ان کی آراء وافکار میں چھانٹی ہو جاتی ہے اچھی اور بری رائے میں تمیز ہو جاتی ہے۔ اور جب مسلمان اللہ کے بنائے ہوئے طریقۂ مشاورت کو اپناتے ہیں تو اللہ ان کی مدد کرتا ہے۔ صحیح رائے تک ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

(۲) اس کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں آراء وافکار روشن رہتے ہیں۔ عقول وعلوم میں ترقی ہوتی ہے اس لیے کہ قوت عقلیہ کے لیے مشق وتربیت کا ذریعہ ہے۔ اس سے انسان کے ذہن میں وسعت آتی ہے' لوگ ایک دوسرے کی رائے سے کچھ نہ کچھ سیکھ لیتے ہیں۔

(۳) ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب ایک سے زیادہ افراد کی رائے سامنے آتی ہے تو اس سے صحیح نتیجہ پر پہنچنا آسان ہو جاتا ہے اس لیے کہ جب لوگ ان آراء کا باہمی موازنہ کرتے ہیں اور عقل کی کسوٹی پر انہیں پرکھتے ہیں تو عقل سلیم صحیح رائے کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ اس کے لیے مشورے کے علاوہ اور کوئی راستہ اور طریقہ نہیں ہے۔

(۴) مشورہ کا فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ الفت' محبت ومؤدت بین المسلمین کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ

مسلمانوں کو باور کراتا ہے کہ سب کا مفاد ایک ہی ہے۔ افکار و آراء کو بہتر سے بہتر کی طرف کرتا ہے اور انہیں زیادہ سے زیادہ مفید بات کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر مشاورت ترک کر دی جائے تو افکار میں جمود آ جاتا ہے۔ اور وہ قیمتی مواقع ضائع ہوتے ہیں جن کا ضیاع بہت بڑا نقصان ہے۔ مصائب ومشکلات سے محفوظ رہنے اور امور کو اصلاح وتکمیل تک پہنچانے کے لیے مشاورت کا آغاز بہترین معاون بن سکتا ہے۔ صاحبان عقل وشعور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دینی ودنیاوی اصلاح کا واحد راستہ مشاورت ہے۔ اللہ نے بھی مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اپنے احوال کی اصلاح کے لیے مشاورت کا راستہ اختیار کرو۔ اللہ نے مسلمانوں ان کے مقاصد تک پہنچنے کے اصول بتلا دیے ہیں جب کسی کام میں مقصدیت ومصلحت موجود ہو تو مسلمان اس کو اختیار کرتے ہیں اور اگر کسی کام میں مضرت ونقصان کے واضح آثار نہ ہوں تو پھر کرنے یا نہ کرنے میں مصلحت کے مدنظر فیصلہ کرتے ہیں۔ اور جس بات پر اتفاق ہو جائے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس کامیابی پر اللہ کا شکر بجالاتے ہیں (کہ اس نے صحیح بات کی طرف رہنمائی فرمائی)

''دشمنوں کے مقابلے کے لیے مکمل تیاری کرنا اور دشمنوں سے محتاط رہنا واجب ہے''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاَعِدُّوْ لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾[الانفال:٦٠]

''ان (کفار دشمنان اسلام) کے خلاف جہاں تک ہو سکے قوت تیار رکھو اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ڈراؤ''۔

مزید فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا﴾

''ایمان والو! اپنا تحفظ اور بچاؤ اپنا لو۔ علیحدہ چلو یا اکھٹے ہو کر''۔[النساء: ۷۱]

یہ دونوں آیتیں مسلمانوں کو یہ بتاتی ہیں کہ ان پر دشمن کے مقابلے کے لیے کیا کچھ لازم ہے۔ یہ ہے ہر قسم کی قوت جمع کرنا' عقلی' سیاسی' مادی اور نظریاتی اس میں تمام جنگی' سیاسی و عسکری فنون کا سیکھنا شامل ہے۔ ایسے لوگوں کو تیار کرنا جو اسلحہ سازی میں ماہر ہوں اور فوجی تربیت کے ماہر ہوں۔ وقت' زمانہ اور حالات کے مطابق اسلحہ کا حصول اور اس کو چلانے کی تعلیم و تربیت' دشمنوں سے محفوظ رہنے کے طور طریقے' دشمنوں کے تمام حربوں سے واقفیت ان کے مقاصد اور پروگرامز کی خبر' ان کے شر سے محفوظ رہنے کے اسباب و ذرائع کا حصول اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حالت جنگ ہو یا امن دشمنوں سے ہر وقت ہر آن محتاط و چوکنا رہنا چاہیے۔ اگر ان مذکورہ امور میں سے اگر مسلمان کسی بھی امر سے لاعلم رہے تو یہ ان میں بہت بڑا عیب اور کمی ہوگی۔ دشمنوں کے مقابلے کی تیاری میں نقص ہوگا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ تحفظ اور احتیاط کے تمام ذرائع و اسباب کو اختیار کریں۔ قوت و طاقت کے تمام وسائل کو بروئے کار لائیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ اللہ کافروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ اگر مسلمان ان باتوں سے بے خبر رہے ان پر سستی چھا گئی تو یہ بہت نقصان دہ ہوگی۔ اس طرح یہ دوسروں پر بوجھ بنے رہیں گے۔ یہ ذلت کی علامت ہوگی۔ دنیا میں اللہ نے عزت و ترقی کے کچھ اصول دیے ہیں' جو اِن پر چلے گا وہ کامیاب ہوگا' اسلام ان اصولوں پر چلنے کی بہت زیادہ ترغیب دیتا ہے۔

جتنی طاقت واستطاعت ہواتنی ذمہ داری اپنانی چاہیے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾[التغابن:۱٦]

''جتنی استطاعت ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو''۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جتنی استطاعت ہو اتنا کیا کرو''۔

اللہ نے جہاد کا حکم دیا ہے چاہے مالی' جانی' قولی فعلی' خود جہاد ہو یا جہاد کرنے والوں کے ساتھ تعاون ہو' دعوت کے ذریعے ہو' ترغیب وترویج کے ذریعے جہاد ہو۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''جس نے جہاد نہ کیا اور نہ اس کے دل میں خیال آیا تو (اگر اس پر موت آ گئی) تو نفاق کے ایک حصہ پر مرے گا۔''

جس شخص کے دل میں ایمان ہے اس کو جہاد میں حصہ لینا چاہیے' اسلام ہر مسلمان پر اسکی استطاعت کے مطابق ذمہ داری ڈالتا ہے۔ حکمران اصحاب بست وکشاد' ریاست کے حکمران' وزیر وزراء اور مملکت اسلامی کے دیگر ذمہ داروں پر لازم ہے کہ وہ دونوں قسم کی قوی مادی ونظریاتی قوت کے حصول کے لیے بھرپور کوشش کریں۔ یہ تب ہی ممکن ہے کہ ان رکاوٹوں کو دور کر دیا جائے جو مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کے درمیان حائل ہیں۔ ان عوامل کو سمجھنا ان کا فریضہ ہے جنہوں نے ان کو متحد نہیں ہونے دیا ہے۔ ان اجنبی ہاتھوں کو معلوم کرنا چاہیے جو ان کے اغراض کی راہ میں حائل ہیں۔ یہ حکمران جب بھی ان باتوں کو سمجھ لیں گے اور ان کے ازالے کی بھرپور کوشش کر لیں گے تو یہ ان کی طرف جہاد میں بھرپور شرکت ہوگی۔

علماء:

علماء کو چاہیے کہ وہ جہاد اور اس کی فرضیت وفضیلت بیان کریں' اس کے فائدے اور مقاصد لوگوں کو بتائیں۔ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیں۔ ہر خاص وعام کو اس پر آمادہ کریں۔ یہ ان کی بڑی ذمہ داری ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کے سامنے یہ بات واضح کر دیں کہ ان کا ہر قول' حرکت' عمل اور خرچ جو اس مقصد کے لیے ہو کہ مسلمانوں اور اسلام کے دشمنوں کو شکست دی جائے' ان کا مقابلہ کیا جائے' مسلمانوں کا دفاع کیا جائے' تو یہ سب اقوال' افعال حرکات واخراجات جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہیں۔ جب مسلمان یہ جان لیں گے کہ جہاد کیا ہے اور یہ جان لیں گے کہ دشمنان اسلام سے تحفظ ان کا مقابلہ کرنے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جو بھی کام کیا جائے جو بھی ذریعہ اختیار کیا جائے یہ جہاد ہے تو وہ اس مقصد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور ہر عمل خالص لوجہ اللہ کریں گے۔ صرف اللہ سے اجر وثواب کی امید پر یہ کام کریں گے۔

عام مسلمان:

ہر فرد مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی تمام تر کوششیں مسلمانوں کی مدد کے لیے استعمال کرے۔ اس کو قولی' فعلی اور دعوتی جتنی بھی استطاعت ہو کوشش کرے اور دیگر مسلمانوں کو بھی اس کی ترغیب دے۔ پھر ان مذکورہ تینوں قسم کے افراد میں سے ہر ایک کی جو ذمہ داری ہے وہ دوسرے کی نہیں ہے۔ حکمران' وزراء اور فوج کے جرنیلوں پر ان کے مرتبے وحیثیت کے مطابق ذمہ داریاں ہیں۔ عام فوجی پر ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہے۔ صبر وشجاعت کا مظاہرہ کرے۔

اہل ثروت:۔

مالداروں کی ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے امور میں اپنا مال خرچ کریں۔

جہاد کے لیے اسلحہ تیار کرنے والے کارخانوں اور اداروں کو رقم فراہم کرتے رہیں۔ جب ہر شخص اپنی اپنی جگہ یہ فریضہ جہاد ادا کرے گا تو مسلمان دینی' دنیاوی لحاظ سے عزت میں بلند سے بلند تر ہوتے جائیں گے۔

"نفع بخش ذرائع اختیار کرنے کی کوشش ضروری ہے
ساتھ ہی اللہ پر توکل اور اس سے مدد کی طلب بھی لازم ہے"

عظیم اسلامی دو اصول:

(۱) نفع بخش اسباب و ذرائع کو استعمال کرنا۔

(۲) اسباب کو اختیار کرتے وقت اللہ پر بھروسہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں حکم دیا ہے کہ جتنے بھی مفید و نفع بخش ذرائع ہیں انہیں اپنایا جائے اور جو بھی ذریعہ اصلاح احوال کا ہو اسے اختیار کیا جائے۔ اسی طرح متعدد آیات میں یہ بھی حکم ہے کہ اللہ پر توکل کیا جائے اور اس کی توفیق و طاقت پر بھروسہ کیا جائے۔ ان دونوں عظیم اصولوں کو اپنانے سے تمام امور بہتر انداز سے سرانجام پائیں گے۔ نقص و کمی ان دونوں میں آتی ہے یا دونوں میں سے ایک میں ہوتی ہے۔ جس توکل کے ساتھ محنت اور کوشش نہ ہو تو وہ توکل نہیں ہے۔ بلکہ یہ منفعت بخش امور سے دست کش ہونا اور ہمیشہ کے لیے سستی کو اپنانا ہے۔ اس طرح اللہ پر توکل اور اس کی مدد کے بغیر جو عمل ہوگا اس کا انجام نقصان ہی ہوگا۔ اس لیے کہ یہ خود پسندی ہے' اس سے شرمندگی ہے ملے گی۔ دین اسلام نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ اسباب و ذرائع کو اختیار کر کے کوشش و محنت کرو اور اللہ پر بھروسہ و توکل رکھو' اس سے مدد مانگو' یہ دونوں صفات مومنین میں موجود ہونی چاہییں۔ نبی ﷺ کا یہ طریقہ تھا ایمان اس طرح ثابت ہوتا ہے' دین کی بنیاد بھی مضبوط ہوتی ہے' اس سے مسلمانوں کا نظریہ

پختہ ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے رب پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہیں اور حتی المقدور محنت و کوشش بھی کرتے ہیں۔

''اقوام کے حالات اور ان کے طرز سیاست سے آگاہی بھی جہاد کا حصہ ہے''

دین کے قواعد اور اصول میں سے یہ بھی ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہوتی ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔ وسائل کے لیے بنیادی و مقصدی احکام ہیں۔ وسائل کے لیے بنیادی کلی قاعدہ ہے۔ کسی پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دیگر اقوام کی طرف سے پہنچنے والے نقصانات سے تحفظ اور ان کے برے ارادوں سے بچاؤ کی صورت تب ہی ممکن ہوتی ہے جب ان کے مقاصد، ارادوں ان کی سیاست، خاص کر مسلمانوں کے خلاف جو ان کی سیاست ہے اس سے آگاہی ہو۔ حکومتوں کی سیاست کی بنیاد (عموما) دھوکہ، فریب، وعدہ خلافی، اور تمام تر وسائل بروئے کار لا کر کمزور اقوام کو غلام بنانے پر قائم ہے۔ مسلمانوں کا اس قسم کی سیاست سے بے خبر رہنا بہت بڑا نقص اور خطرہ ہے۔ جبکہ اس سے آگاہی اس کے اغراض و مقاصد کے بارے میں معلومات انہیں بہت زیادہ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اس کے ذریعے سے یہ ان اقوام کی طرف سے ملنے والا شر رفع کر سکتے ہیں۔ یا کم از کم اس میں کمی کی جا سکتی ہے۔ ان معلومات کے ذریعے ہی مسلمان یہ جان سکیں گے کہ ان خطرات کا مقابلہ کیسے کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ قیادت و سیاست کے ذمہ دار اشخاص ان باتوں کا مکمل علم رکھتے ہیں۔ اور دشمنوں کے حالات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ داخلی سیاست کی کامیابی کا مدار خارجی سیاست کی کامیابی پر ہے۔

''انصاف کا قیام اور عہد نبھانا بھی جہاد ہے''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ﴾[النساء:۱۳۵]

''اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف پر قائم رہو''۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾[المائدۃ:۱]

''اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو''۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا﴾[النحل:۹۲]

اس عورت کی طرح مت ہونا جس نے محنت سے سوت کاتنے کے بعد دوبارہ کاٹ کر ٹکڑے کر دیا۔''

یہ دو بڑے اصول ہیں۔ایک ہے انصاف وعدل کا قیام خود پر رشتہ داروں پر' قریبی لوگ ہوں یا دور دوست ہوں یا دشمن سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ۔

دوسرا اصول ہے عہد و پیمان اور وعدے کا پاس کرنا' یہ دین کا بہت اہم اصول ہے۔ان اصولوں کی بنیاد پر ہی دین مکمل ہوتا ہے۔اور حقیقی جہاد کی راہ متعین ہوتی ہے۔اللہ کی طرف سے بھی ہدایت واعانت نصیب ہوتی ہے۔مدد وتحفظ آتا ہے' بلندی صرف عدل اور عہد شکنی صرف ذلت کی طرف لے جاتی ہے۔ دین کے دیگر اصولوں کے ساتھ ساتھ ان دونوں صفات کی وجہ سے اسلام کو عزت' ترقی اور سرکش قوموں پر غلبہ حاصل ہوا جو کسی اور وجہ سے حاصل نہیں ہوسکا۔

یہ رحمت' عدل اور وفا کی روح ہی ہے جس نے دین اسلام کو مشرق ومغرب تک پہنچا دیا ہے اور مختلف اقوام خوشی اور رضا ورغبت کے ساتھ اس دین میں شامل ہوئیں۔ان صفات کو ترک کرنے سے ترقی کا یہ

عمل رک گیا اور مسلسل تنزل کی طرف سفر شروع ہوا' البتہ جہاں اور جب بھی مسلمانوں نے ان اصولوں اور صفات اپنایا' دین نے قوت حاصل کی ہے۔ جبکہ مشہور و معروف تہذیبیں جن کا دعوی ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات کے لیے مفید و ساز گار ہیں۔ ان کی بنیاد ظلم' زیادتی' لالچ اور کمزور قوموں پر عدم شفقت پر مبنی ہیں یہ لوگ جب بھی کوئی عہد توڑتے ہیں' معاہدوں کو پس پشت ڈالتے ہیں اور اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ وہ عہد شکنی کریں یا عہد پر قائم رہیں۔ ان کے اہم مقاصد اور گھٹیا ارادے اور زبان حال سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ: سیاست کی بنیاد مکر' دھوکہ' غداری اور بے وفائی پر ہے اس کے ساتھ ساتھ بڑی قوت بھی ہونی چاہیے۔

یہ ہے ان لوگوں کے بقول وہ تہذیب و تمدن جو ہر لمحہ ہر آن تباہ و برباد ہونے کے لیے تیار ہے کسی بھی لمحہ اس تہذیب کی عمارت اچانک سے زمین بوس ہو سکتی ہے۔ اور تاریخ اور واقعات اس کی واضح گواہی دے رہے ہیں۔ اگر اس کی بنیاد عدل' دین حق' اتباع حق ایفائے عہد' مظلوموں کی مدد پر ہوتی تو یہ ایک محفوظ اور تحفظ دینے والی تہذیب ہوتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف مادی تہذیب ہے اور جب مادی قوت کی بنیاد حق پر نہ ہو تو وہ لازماً تباہ ہوتی ہے اگر چہ اس کے پاس کتنے ہی مہلک ہتھیار اور جدید اسلحہ کیوں نہ ہو۔

ہماری ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کبھی ان مادہ پرستوں کی قوت سے دھوکہ نہیں کھاتے بلکہ تمام امور میں مکمل عدل کو اپناتے ہیں' عہد پورا کرتے ہیں چاہے دوست کا معاملہ ہو یا دشمن کا' یہ سب امور توکل علی اللہ کے بغیر نہیں ہو سکتے اس کی طاقت و مدد کے بغیر یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا۔ کسی بھی کام کی تکمیل اور اسمیں آسانی کے حصول اور مشکلات پر قابو پانے کے لیے اللہ پر مکمل بھروسہ اور اعتماد ضروری و لازمی ہے۔ اللہ پر توکل و بھروسہ کرنے والا کوشش و محنت سے اپنا کام کرتا ہے۔ اس کو اللہ کی ذات پر یقین و اطمینان ہوتا ہے۔ اس کے وعدے پر بھروسہ ہوتا ہے اس لیے نہ وہ کسی اور سے امید رکھتا ہے اور

نہ ہی کسی سے ڈرتا ہے۔اس پر نہ کبھی مایوسی آتی ہے نہ وہ ناامید ہوتا ہے۔

اسے کبھی ڈر' خوف اور تردد لاحق نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ تمام معاملات اللہ کے اختیار میں ہیں تمام مخلوق اس کے قبضہ وقدرت اور تدبیر کے ماتحت ہے۔اس مکمل توکل اور کامل عمل کے ذریعے ہی مسلمان اسلاف نے عزت وقار اور غلبہ حاصل کیا تھا۔اور بہترین حالات انہیں نصیب ہوئے۔اب بھی مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ان اصولوں کو اپنالیں' توکل اور کام ہی ان کا نصب العین ہو۔ایک دوسرے پر کام ڈالنا' ایک دوسرے کو رسوا کرنا' ہمیشہ سستی و کم ہمتی کا مظاہرہ کرنا وہ اس طرز عمل کو ترک کردیں۔اس لیے کہ یہ حقیقی توکل کے منافی ہے۔جیسا کہ بہت سے لوگ موجودہ دور میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ دشمن ان سے جنگ کررہا ہے' ان کے حقوق چھین رہا ہے مگر یہ خاموش بیٹھے ہیں کسی بھی ذریعہ دفاع کو اختیار کر کے اپنا دفاع نہیں کررہے اور جتنی بھی قوت وطاقت ہے اس کا بھی اظہار نہیں کررہے۔جس کو ظاہر کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔اس خاموشی اور نقصان دہ سستی کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی خودمختاری ختم ہوجاتی ان کا ملک اور ان کا مال دوسروں کے قبضے میں چلا جاتا ہے' ان کے حقوق غصب کرلیے جاتے ہیں' ان پر مختلف قسم کی مشکلات ومصائب حملہ کرلیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ پر توکل کرنے والے لوگ ہیں۔اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہے یہ لوگ صرف سست اور دوسروں پر تکیہ کیے بیٹھے رہنے والے ہیں۔ان پر ذلت نے قبضہ کرلیا ہے۔اس کا نتیجہ ہے کہ غیروں نے انہیں ذلیل کر کے اپنا غلام بنالیا ہے۔

''حکومتوں کے درمیان سچائی پر مبنی تعلقات

اور معاہدات بھی جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہیں''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنما الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ ﴾[الحجرات:۱۰]

''مومن آپس میں بھائی ہیں۔ اپنے بھائیوں میں صلح کرایا کرو۔''

موجودہ دور میں جہاد کے اہم ترین مسائل یہ ہیں کہ اسلامی حکومتوں کے مابین معاہدے ہوں۔ باہمی دوستی وتعاون کے رابطے ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر حکومت اور ملک کی انفرادی حیثیت' حقوق اور اداروں کا داخلی وخارجی طور پر تحفظ ہو۔ اسلامی ممالک ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مدد کریں ایک دوسرے کے دفاع کی ضمانت دیں۔ یہ ممالک دشمن کے مقابلے کے لیے ایک جان ایک زبان اور ایک ہاتھ کی طرح ہوں تاکہ کوئی ان میں سے کسی کا حق غصب نہ کر سکے۔ ان کی آواز ایک ہو' تمام مسلم ممالک اپنے مفادات کے مدنظر باہمی اقتصادی معاہدوں میں آسانیاں پیدا کریں۔ اس مقصد کے لیے اپنے بہترین افراد کو ذمہ داریاں دیں جو موجودہ دور کے حالات سے واقفیت رکھتے ہوں۔ (سیاسی' اقتصادی وخارجی امور کے ماہر ہوں) اس مقصد کے لیے یہ ممالک اور یہ افراد مکمل اور انتھک محنت کریں' اور ان معاہدوں کی راہ میں جو رکاوٹیں ہوں انہیں دور کر دیں۔ اگرچہ یہ کام بظاہر مشکل نظر آتا ہے' اس لیے کہ دشمنوں نے اس میں بہت سی پیچیدگیاں اور رکاوٹیں پیدا کی ہیں۔ مگر اللہ کی مدد اس پر توکل اور قوت عمل سے اللہ اس کام کو آسان کر دے گا۔ چونکہ موجودہ دور میں مسلمان سخت مشکلات ومصائب کا شکار ہیں۔ اور دشمن انتظار میں ہے کہ ان کی مشکلات ومصائب میں مزید اضافہ ہو۔ اس صورتحال کی وجہ سے مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ ہو گئے ہیں جن کا ایمان ضعیف ہے' قوت' شجاعت اور فکر ضعیف وکمزور

ہوچکی ہیں۔ان پر مکمل طور پر مایوسی اور ناامیدی چھا گئی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اسلام کی سربلندی کا موقع اب ہاتھ سے نکل چکا ہے۔اور مسلمان دن بدن کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔مگر یہ لوگ شدید غلطی پر ہیں' مسلمانوں کی یہ کمزوری عارضی ہے اس کے کچھ اسباب ہیں اگر ان اسباب کو دور کرنے کی کوشش کی جائے تو اسلام اپنی عظمت رفتہ کو پھر سے حاصل کرسکتا ہے۔

اسباب ضعف:۔

(۱) مسلمانوں کے ضعف کا سبب ہے اپنے رب کی کتاب اور رسول کی سنت کی مخالفت

(۲) مسلمانوں نے اللہ کے اس قانون کو پس پشت ڈال دیا ہے جسے اللہ نے قوموں کی زندگی کی بقا کا ضامن بنایا تھا۔اب اگر مسلمان اس قانون اور طریقے کی طرف لوٹ آئیں جو ان کے دین نے ان کے لیے تیار کیا ہے' اس کی مفید تعلیمات اور بلند ترین طرق رہنمائی کی طرف آجائیں تو لازمی طور پر یہ اپنے مقصد کو حاصل کرلیں گے۔ یہ جو مایوسی و ناامیدی و بزدلی کی باتیں کی جاتی ہیں تو اسلام ایسی باتوں کو کبھی پسند نہیں کرتا بلکہ اس سے مکمل اجتناب کا حکم دیتا ہے۔اسلام یہ بتاتا ہے کہ کامیابی کی امید رکھنی چاہیے۔سختی کے بعد آسانی آتی ہے۔جب مسلمان اللہ کا تقویٰ کا اختیار کریں گے اور ان اسباب کو اپنائیں گے جو اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ اپنے نبی کے راستے پر چلنا شروع کریں گے' مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے تو ان کی کامیابی وکامرانی یقینی ہے۔مایوسی پھیلانے والوں کو اللہ کا خوف کرنا چاہیے۔انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمان قوم حقیقی کامیابی اور ترقی کے زیادہ قریب ہے۔اس لیے کہ ان کا دین اپنے عقائد' اخلاق' آداب' مقاصد' ذرائع' دنیاوی واخروی مقاصد کو یکجا کرنے' اور روح وجسم کے مفاد کا خیال رکھنے میں بہت ہی بلند اور اقدار کا حامل دین ہے۔ان مایوسی پھیلانے والوں کے برعکس ایک طبقہ اور بھی ہے جو امیدیں تو باندھتا ہے مگر قوت وعمل کے بغیر۔یہ صرف باتیں کرتے ہیں

کام کچھ نہیں کرتے۔ یہ لوگ اسلام کی سربلندی اور عظمت کی باتیں کرتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ اس عظمت و بلندی کی امید قریب ہے۔مگر ان لوگوں کی باتیں بلا عمل ہیں۔کوئی طاقتور یا کمزور ان باتوں کے ساتھ عملی کوشش نہیں کرتا نہ ہی دین کے لیے جسمانی یا مالی طور پر کوئی مفید کام کرتا ہے' نہ ہی مسلمانوں کے اجتماعی فائدے کی کوئی کوشش کرتا ہے۔ اسی لیے یہ باتیں اور امیدیں صرف دھوکہ ہیں جو خود کو اور دوسروں کو دیا جا رہا ہے۔ ان سے صرف مختلف قسم کے نقصانات ہی پیدا ہوتے ہیں۔ البتہ جو لوگ دیندار ہیں وہی مسلمانوں کی صحیح پہچان ہیں' وہ دنیا و دین دونوں کے لیے کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ کوشش و محنت کرتے ہیں۔ باتوں کے ساتھ ساتھ عمل بھی کرتے ہیں۔اپنے مال' جان' قول اور اظہارِ حق کے ذریعے جہاد کرتے ہیں۔ دیگر مسلمان بھائیوں کو بھی ان امور پر آمادہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ ان مایوس افراد کے طریقے سے بیزار ہوتے ہیں جو کہ خالی باتیں کرتے ہیں عمل نہیں کرتے۔ یہ لوگ امت کو بیدار کرتے ہیں۔ اپنے نیک مقاصد کے حصول کی کوشش کرتے ہیں' عزت کی راہ پر چلتے ہیں' یہ ہیں وہ حقیقی دیندار جن سے امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں اور ان کی گراں قدر خدمات اور بہتر عملی جدوجہد کے ذریعے مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

"تعلیم وتربیت پر توجہ بھی جہاد کا حصہ ہے"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا اَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً ﴾[التحريم:٦]

''ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچاؤ''۔

یہ بچاؤ اور تحفظ صرف تعلیم' تربیت اور ادب سکھانے سے ہوسکتا ہے۔

مزید اللہ کا فرمان ہے:

﴿ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لاَيَعۡلَمُوۡنَ ﴾[الزمر:۹]

''کیاعلم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟''۔

جہاد کے بڑے اصولوں میں سے ایک دینی تربیت بھی ہے کہ نوجوانان امت پر مکمل اور بھرپور توجہ دی جائے اس لیے کہ نوجوان ہی امت کی امیدوں کا محور ہیں' یہی قوت کی بنیاد ہیں انہی کی وجہ سے امت کو عظمت رفتہ مل سکتی ہے۔ان کی اصلاح وتربیت سے مسلمانوں کے حالات کی اصلاح ہو سکے گی اور مستقبل روشن ہو سکے گا۔مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے نوجوانوں کو اعلیٰ تربیت دیں ان میں دین کی روح اور اس کے اخلاق فاضلۂ عزم' ہمت' حمیت' مردانگی اور جوانمردی کی صفات پیدا کریں۔انہیں صبر کا عادی بنائیں' مشکلات ومصائب برداشت کرنے کی انہیں تربیت دیں جن پر کہ ہر عمل کی کامیابی کا مدار ہے۔انہیں سستی' بزدلی' مادہ پرستی اور امیدوں کے سہارے سے بچائیں اور سختی سے محتاط رہنے کی تلقین کریں۔ان کو مذاق' بدگوئی اور فضول کاموں سے گریز کرنے کی تاکید کریں اس لیے کہ یہ سب باتیں خطرناک حد تک قومی تنزل کا سبب ہیں۔آج کے نوجوان کل کے معمار ہیں۔ان سے ہی امیدیں وابستہ ہیں انہی کے کاندھوں پر اہم امور کی انجام دہی کی ذمہ داری آنے والی ہے۔نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اعلیٰ کردار وسیرت میں بہترین مثال بننے کی کوشش کریں۔غیرت' حمیت اور مروت میں اعلیٰ اقدار اپنائیں۔

عام اور مفید تربیت کا اہم ترین ذریعہ تعلیم کی اصلاح اور تعلیمی اداروں پر بھرپور توجہ دی جائے۔ان اداروں کے لیے بہترین وباکردار اساتذہ مقرر کیے جائیں جو طلبہ کو تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاق بھی سکھائیں بلکہ خود نمونہ بنیں۔طلبہ کو تعلیم دینے کے لیے علوم میں درجہ بندی کریں' پہلے اہم ترین پھر اہم اس طرح ترتیب سے تعلیم دیں۔کہ دین ودنیا میں منفعت علوم کونسے ہیں ان سے طلبہ کو بہرور کریں' دینی علوم کو بنیاد بنائیں اور دیگر علوم کو اس کے تابع رکھیں یعنی دیگر علوم کو دینی علوم کا صرف ذریعہ بنائیں۔

تعلیمی اداروں کا مقصد یہ ہو کہ جن طلبہ کو ہم سند اور ڈگری دیں وہ طلبہ خود بھی صالح، باکردار و بااخلاق ہوں اور دوسروں کی بھی اخلاقی تربیت کر سکیں۔ خود بھی سمجھدار ہوں اور دوسروں کی بھی رہنمائی کر سکتے ہوں۔ امت کی تربیت کا اہتمام وانصرام کرنے والے ہوں۔ موجودہ دور کے بہت سے تعلیمی اداروں کی تعلیم انتہائی ناقص ہے ان میں طلبہ کی اخلاقی تربیت پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ دینی تعلیم بہت ہی کمزور ہوتی ہے۔ اصل مقصد ان اداروں اور تعلیم کا دنیاوی اور مادی مفاد ہوتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں اگر صرف ایسے افراد تیار ہوں جو مادی، دنیاوی ذمہ داریاں ہی نبھا سکتے ہوں تو پھر یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ امت کی کمزوری کا سبب ہے۔ یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ تعلیم کی اصلاح کی کوشش بہت اہمیت اختیار کر گئی ہے اس لیے کہ قوم اسی کے سہارے بلندی کی طرف جاتی ہے اور علماء اور ان کے علم سے استفادہ کرتی ہے۔ بہتر ومفید تعلیم اور اچھی تربیت مسلمانوں کو کامیابی وکامرانی کی طرف لے جاسکتی ہے لہٰذا علم کا مقصد ہی یہ ہو صلاح اور اصلاح یعنی صلاحیت وصالحیت پیدا کی جائے۔

''جہاد اور دیانتداری کا پاس رکھنے سے ہی بہترین حکمران
و
عمالِ حکومت پیدا ہوتے ہیں''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ﴾[النساء:٥٨]

''اللہ تمہیں حکم کرتا ہے کہ امانتیں ان سے اہل کے حوالے کر دو''۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴾[القصص:٢٦]

''آپ جو بہترین ملازم رکھیں گے وہ قوی اور دیانتدار ہے''۔

سب سے بڑی امانت حکومتی ذمہ داری ہے چاہے بڑی ہو یا چھوٹی۔بہتر آدمیوں کو ذمہ داریوں کے لیے منتخب کرنا، نیکی اور تقویٰ پر سب سے بڑا تعاون ہے۔اور جہاد کے اصول وقواعد میں سے بھی ہے۔ اس کے بغیر جہاد بلکہ کوئی بھی کام مکمل نہیں ہوتا جس طرح کہ محفوظ پناگاہیں، بہترین اسلحہ، سریع الحرکت مضبوط فوج، وافر وسائل جہاد کے لیے ضروری ہیں اسی طرح تمام امور کے لیے مناسب بلکہ بہترین آدمی کا مقرر کرنا بھی لازمی ہے۔ ہر کام ہر ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کرنا چاہیے جو اس کام کے بہتر اہل ہوں، عل، رائے سیاست، عزم، ہمت، دینداری اور مکمل خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار لوگ ہوں۔ اپنے شعبے میں مکمل مہارت رکھتے ہوں۔ باہمت ودلیر ہوں۔اگر مکمل مہارت رکھنے والا کوئی شخص کسی شعبے کے دستیاب نہ ہو تو پھر بھی کسی بہتر اور مناسب آدمی کو مقرر کرنا چاہیے۔ یہ لوگ امور مملکت (یا اداروں) کے امور سرانجام دیں گے، امن وامان اور خوشحالی کے لیے کام کریں گے۔ملک میں عدل کا علم بلند کریں گے، عوام کو شریعت کی حدود کا پابند کریں گے۔اور اپنے ملک کے دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات کی نگرانی کریں گے تاکہ اپنے ملک کو اقوام عالم میں مناسب اور بہتر مقام دلاسکیں۔ان کے ساتھ اپنے حقوق کے تحفظ پر مبنی اقتصادی معاہدے کریں گے۔سب سے بڑی خیانت اور بددیانتی یہ ہے کہ کسی شعبے میں کسی عہدے پر نااہل اور بددیانت لوگوں کا تقرر کیا جائے۔ جو اپنے شعبے سے متعلق یا اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں معلومات ومہارت نہ رکھتے ہوں۔حکومت دراصل دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔

(ا) ہر کام کو مکمل معلومات اور مہارت کے ساتھ انجام دینا لہٰذا ہر کام اس شخص کے سپرد کرنا چاہیے جو اس کام کی مکمل معلومات ومہارت رکھتا ہو تاکہ اس کام یا شعبے کا جو مقصد ہے وہ حاصل ہو سکے۔اگرچہ کسی ایک کام کا ماہر اگر دیگر امور کی قابلیت نہ بھی رکھتا ہو مگر ایک کام کا ماہر ہو تو اسے وہ ذمہ داری دینی چاہیے۔

(۲) دوسری خوبی عمال حکومت یا ادارے کے کارکنان میں یہ ہونی چاہیے کہ وہ دیانتدار اور خیر خواہ ہوں۔ جب یہ دونوں صفات یعنی معلومات ومہارت اور دیانتداری ہوں تو وہ کام صحیح طریقے سے سر انجام پاتا ہے۔ جہاں بھی جب بھی یہ دونوں یا ان میں سے ایک صفت مفقود ہوئی عمل میں نقص وخلل آجائے گا۔ امور مملکت یا ادارے کے افراد کے انتخاب کے لیے مشاورت لازمی ہے کہ ایسے افراد کا چناؤ ہو سکے جو بہترین ہوں اور ان میں صفات موجود ہوں کہ وہ نبی کے اطاعت گزار ہوں۔ آپ ﷺ کی سیرت اور رہنمائی کو اپنائے ہوئے ہوں اسلام اور مسلمانوں کی قوت اور امت کی تکوین وتربیت کے لیے مکمل جدوجہد کرنے والے ہوں۔ ان میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کا علم بھی ہو اور اسلامی ممالک اور ان کی اقوام وحکمرانوں کی تاریخ سے بھی واقف ہوں' امت کے زوال کے اسباب سے بھی باخبر ہوں اور ان کے ازالے کے طریقے بھی جانتے ہوں۔ مکمل ازالہ نہ سہی کم کرانے کی تدابیر کر سکتے ہوں' قوی لوگ ہوں امید ورجاء کے مالک ہوں ان پر مایوسی اور بے ہمتی کا غلبہ کبھی نہ ہوتا ہو۔ یہ مسلم افراد اور ان کے تمام طبقات سے مضبوط تعلقات رکھتے ہوں' ان کے حالات سے واقفیت رکھتے ہوں' ان کی خبر گیری کرتے ہو' ان کی صحیح آراء وتدابیر کو اپناتے ہوں ان کی بہترین عقول سے استفادہ کرتے ہو۔ ان کے لیے بھی وہی کچھ پسند کرتے ہوں جو اپنے لیے کرتے ہیں۔ ان کی خیر خواہی کی بھی کوشش کرتے ہوں۔ یہ لوگ سیاست میں ماہر ہوں اور ان کی فکر میں گہرائی ہو۔ مواقع سے فائدہ اٹھانے کا ہنر جانتے ہوں۔ بہتر اور خیر خواہ لوگوں سے مشورہ کرتے ہوں۔ پوری دنیا میں جہاں بھی مسلمان ماہرین ہیں ان سے رابطہ کرتے ہوں۔ ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرتے ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ غیر اقوام کی سیاست اور ان کے حقوق سے آگاہ ہوں۔ ان کی چالوں' مکروفریب اور دھوکے سے خود کو محفوظ رکھ سکتے ہوں۔ ان سے مسلمانوں کے فوائد کے لیے معاملات کرتے ہوں۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والے تعلقات سے اجتناب کرتے ہوں۔ ان کی ساری تگ ودو مسلمانوں

اور اسلام کے فائدے کے لیے ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ لوگ مخلص ہوں اللہ پر توکل و بھروسہ کرنے والے ہوں۔ یہ ہیں صفات ان لوگوں کی جنہیں (کسی ذمہ داری) کے لیے چنا جائے گا۔ ایسے لوگوں میں سے ایک فرد جو ہوتا ہے وہ ایک جماعت کے برابر ہوتا ہے۔ صاحبان بست وکشاد کو چاہیے کہ وہ حتی المقدور و حتی الوسع اللہ سے ڈرتے رہیں اور ذمہ داریاں بہترین پھر بہتر اور پھر مناسب افراد کو سونپیں۔

''دین اسلام کے محاسن کی وضاحت اسلامی عقائد'

اخلاق واحکام کا بیان اور ان کی اصلاح جہاد کا بہت بڑا جزء ہے''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰـفِقِيْنَ ﴾[التحريم:٩]

''اے نبی کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کریں''۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿ وَجَاهِدْهُمْ بِـهٖ جِهَادًا كَبِيْراً ﴾[الفرقان:٥٢]

''ان سے بہت بڑا جہاد کریں''۔

یعنی قرآن کے ذریعے' جو دین آپ ﷺ لائے ہیں اس کے ذریعے اس دین کی طرف انہیں دعوت دیں انہیں بتائیں کہ یہ عدل' تحفظ' عقل' بھلائی اور خیر خواہی کا دین ہے۔ یہ ظاہر و باطن' دین و دنیا دونوں کے فائدے کا دین ہے۔ لوگوں کے ساتھ نبی ﷺ کا سب سے بڑا جہاد اسی طرح کا تھا آپ طویل مدت تک اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے' ان کے سامنے دین کی خوبیاں و محاسن بیان کرتے رہے' اس دین کا دیگر ادیان باطلہ سے تقابل کراتے رہے۔ ان کی جاہلیت سے تقابل کراتے رہے۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ سوچ سمجھ کر علی وجہ البصیرۃ اس دین میں داخل ہو گئے' وہ اس بات کو تسلیم کر چکے تھے کہ یہ

دین حق ہے اور اس کے علاوہ جتنے بھی ادیان ہیں وہ سب باطل ہیں اور یہ اعتراف انہوں نے عقلی وفطری دلائل کی آفاقی ونفسانی براہین کی روشنی میں کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ سَنُرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِيْ الْآفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴾

[فصلت:۵۲]

''ہم ان کو اپنی نشانیاں عنقریب کائنات میں اور ان کے اپنے نفسوں میں دکھائیں گے تاکہ ان کے سامنے واضح ہوجائے کہ یہ دین حق ہے''۔

یہ اصل جہاد ہے اور اسلحہ اور ہاتھوں سے جہاد اس کے تابع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ﴾[الانفال:۳۹]

''ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کا ہو''۔

دین اسلام کے عقائد' اخلاق' حقائق' اعمال اور قرآن کے لائے ہوئے براہین قاطعہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ حق ہے' اس کا رسول حق ہے' اس کا دین حق ہے۔ اس کے مقابل جو دین ہوگا وہ باطل ہے۔ اس دین میں ان لوگوں کے لیے بہت ہی کشش اور جاذبیت ہے جو حق کے متلاشی ہوں۔

جب کوئی حق کی جستجو کرنے والا اس دین کے عقائد ونظریات کو دیکھتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ یہ دین ہی اللہ پر صحیح ایمان کی طرف بلانے والا دین ہے۔ اللہ کے اسماء الحسنی اور صفات عظیمہ پر' اللہ کی نازل کردہ ہر کتاب پر' اس کے بھیجے ہوئے ہر رسول پر' رسول کی دی ہوئی ہر خبر پر کو صحیح ایمان دین اسلام ہی دیتا ہے۔ اس طرح اس کا دل ایمان' نور' یقین' اور اللہ پر اطمینان واعتماد سے معمور ہوجاتا ہے۔ اس پر بھروسہ وتوکل کرنے لگتا ہے۔ یہ چیز اللہ کے لیے اخلاص کی تکمیل کا سبب بنتی ہے اور اس کی عبادت

ظاہرہ وباطنہ میں اخلاص آتا ہے۔شرک کبیرہ وصغیرہ سے بری وبیزار ہوجاتا ہے۔جب کوئی شخص اسلام کے اخلاق کو دیکھتا ہے تو اسے نظر آجاتا ہے کہ اسلام ہر بہترین اخلاق کی ترغیب دیتا ہے اور ہر رذیل حرکت وعادت سے منع کرتا ہے۔اسلام حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی طرف سے دعوت دیتا ہے' اچھے تعلقات اور باہم بہتر معاملات پر زور دیتا ہے۔جب انسان اسلام کی تعلیمات کو دیکھتا ہے اس کے بلند رتبہ احکام کو دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اسلام ایسے بہترین علم کی ترغیب دیتا ہے جو دلوں کی کدورتیں دور کرتا ہو' اخلاق کی پاکیزگی کا ضامن ہو' دین ودنیا دونوں کے لیے مفید ہو' ہر قسم کی صلاحیت واصلاحیت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہو۔ان امور کی تشریح اور وضاحت اور لوگوں کو اس سے روشناس کروانا ہی بہت بڑا جہاد ہے۔اس سے مومنوں کا ایمان قوی ہوتا ہے' ان کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے ان کا شوقِ تعلیم وتعلم بڑھتا ہے وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے انہیں یہ کامل ترین دین عطا فرمایا ہے جو ہر قسم کے علم وعمل پر مشتمل ہے۔اس میں ہی رحمت وہدایت ہے صرف یہ دین ہی دنیاوی واخروی سعادتوں کا ذریعہ ہے۔ غیر مسلموں میں سے بھی اگر کوئی شخص اس دین کی حقیقت سے واقف ہوجاتا ہے تو یہ دین خود اس کو اپنی طرف مائل کرتا ہے بشرطیکہ وہ غیر مسلم غیر جانبدار اور انصاف پسند ہو۔ حق کی جستجو کرنے والا جب اس دین کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے تو پھر وہ اس دین کو تمام ادیان عالم ونظام ہائے زندگی پر ترجیح دیتا ہے۔ مخالفین کے نظریات متزلزل ہوجاتے ہیں ان کا شر بھی کم ہوجاتا ہے۔اس دین کے ذریعے باطل پرستوں اور بے دین لوگوں کا قلع قمع ہوسکتا ہے۔ دین اسلام دلوں میں گھر کرتا ہے یہ باطل کو مٹا دیتا ہے جس نے بھی حق کو صحیح طرح پہچان لیا اس کے دل میں پھر کبھی باطل جگہ نہی بنا سکتا اور نہ ہی وہ باطل کو اس دین پر مقدم کرسکتا ہے۔البتہ اگر کوئی شخص انصاف کے بجائے تکبر' حسد' تعصب یا اپنے عہدے وغیرہ کی بنا پر اسلام کی مخالفت کرر ہا ہو (تو ہوسکتا ہے کہ وہ اسلام پر کسی اور دین کو ترجیح دیدے ورنہ نہیں) جو بھی اس دین پر غور کرتا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ

دین کامیابی' ہدایت اور صلاحیت کی دعوت دیتا ہے۔ کتاب وسنت اس بات کی مکمل وضاحت کے لیے کافی ہیں۔ ان میں آیات اور دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانیت کی اصلاح وفلاح بھلائی اور دنیاوی واخروی سعادتوں کی ضمانت صرف اسی دین میں ہے۔ انسانوں کی چھوٹی بڑی کوئی بات ہو اسلام نے اس کی طرف رہنمائی کردی ہے۔ ہر بھلائی کی نشاندہی کی ہے اور ہر برائی سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ مثلاً اسلام نے اللہ پر ایمان اور اس کی وحدانیت کے اقرار کا حکم دیا ہے۔ علم' معلومات اور تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اقوال وافعال میں عدل اور سچائی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ پڑوسیوں' رشتہ داروں' ساتھیوں' اور جن کے ساتھ بھی کسی قسم کا تعلق ہو ان کے ساتھ بلکہ تمام لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم کرتا ہے اور اولاد' بیوی اور دیگر افراد کے ساتھ جھوٹ' ظلم' سنگدلی' نافرمانی' بخل' بداخلاقی سے منع کرتا ہے۔ معاہدوں اور وعدوں کی پاسداری کا حکم کرتا ہے۔ وعدہ خلافی اور غداری سے منع کرتا ہے۔ اللہ' رسول کتاب اللہ اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا حکم کرتا ہے۔

دھوکہ دینے سے منع کرتا ہے۔ باہم مل جل کر رہنے' اتفاق واتحاد اور الفت ومحبت کے ساتھ رہنے کا حکم کرتا ہے۔ دشمنی' نفرت' جدائی وافتراق سے منع کرتا ہے۔ معاملات بہتر انداز سے کرنے کا حکم کرتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ تم پر جس کا جتنا حق ہے وہ اس کو پورا پورا دیا کرو اس میں کمی بھی نہ کرو اور ادائیگی میں ٹال مٹول بھی نہ کرو۔ برے معاملات' ٹال مٹول' دھوکہ' حقوق کی ادائیگی میں کمی' لین دین میں کمی بیشی' لوگوں کا مال غلط طریقوں سے کھانے' ناحق کسی کا مال کھانے سے منع کرتا ہے۔ خصوصی حقوق ہوں' یا مشترک سب کی ادائیگی کا حکم کرتا ہے اور عدم ادائیگی سے منع کرتا ہے۔ لوگوں کی جانوں اور مالوں اور عزتوں کی پامالی سے منع کرتا ہے۔ ہر اچھے کام' عمدہ کام نفع رساں کام کا حکم کرتا ہے۔ اور اچھے اور عمدہ کام جو شرعاً' عقلاً اور فطرتاً اچھے ہوتے ہیں۔ ہر اس کام سے منع کرتا ہے جو شرعاً' عقلاً اور فطرتاً برا یا ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ ہر بہترین وعمدہ چیز کو جائز اور ہر بری وغلط چیز کو ناجائز قرار دیتا ہے۔

نیکی اور تقویٰ کے امور میں باہمی تعاون کا حکم کرتا ہے اور گناہ وزیادتی کے کاموں میں تعاون سے منع کرتا ہے۔ ایک اللہ کی عبادت اس سے ڈرنے اس سے امید رکھنے اس کی سخاوت وفضل کی تمنا کرنے اس سے بدلہ وبھلائی کے حصول کے لیے مخصوص اسباب اختیار کرنے کا حکم کرتا ہے۔ مخلوق سے (اس قسم کا) تعلق رکھنے یا ان کی خاطر یہ عمل کرنے سے منع کرتا ہے۔ بت پرستی یا دیگر خرافات سے جو عقل ودین کو بگاڑنے والے ہوں ان کو ترک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ الغرض ہر بھلائی اور اصلاح والے کام کا حکم کرتا ہے ہر شر اور ضرر سے منع کرتا ہے۔ اس طریقے پر دین کی مکمل اور تسلی بخش تشریح کرنا چاہیے' اسلام کی تعلیمات اور ہدایات کو انسانوں کے حالات پر منطبق کرنا' موافق ثابت کرنا اور یہ بتانا چاہیے کہ اسلامی تعلیمات وہدایات ہر زمانے اور ہر مقام وعلاقے کے لیے موافق اور مفید ہیں اور یہ بتانا کہ ان تعلیمات سے انحراف' شر وضرر اس لیے ہے کہ دین کی روح ختم ہوگئی ہے یا کم ہوئی ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ کی صفات کی تشریح آپ کی تعریف وتوصیف کرنا اور یہ بتانا کہ جس نے نبی ﷺ کی ان صفات کو جان لیا انہیں صحیح معنوں میں سمجھ لیا' ان میں تدبر کر لیا' تو وہ جان لیگا کہ نبی ﷺ ہر صفت کمال میں تمام مخلوق سے بلند رتبہ تھے اور جتنی صفات کمال ہیں نبی ﷺ ان کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہیں اور اور دیگر انبیاء میں جو صفات کمال موجود تھیں وہ سب کی سب جناب محمد ﷺ میں اس طرح موجود تھیں کہ کوئی اور ان کے مثل نہیں تھا۔ اسی بنا پر آپ ﷺ اللہ کے ہاں تمام انسانوں کے سردار' امام اور بلند ترین مرتبہ والے قرار پائے' اللہ کے ہاں آپ ﷺ کی قدر ومنزلت بہت زیادہ تھی۔

نبی ﷺ کے اخلاق واوصاف کے چند نمونے اور آپ ﷺ کی سیرت کا کچھ حصہ (بیان کیا جاتا ہے) جس سے یہ ثابت ہوگا کہ آپ ﷺ اللہ کے برحق رسول تھے اور آپ ﷺ جو دین لے کر آئے تھے وہ بھی حق ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْ اَنْفُسِهِمْ ....فِيْ ضَلاَلٍ مُّبِيْن﴾[آل عمران:١٦٤]

''اللہ کا مومنوں پر احسان ہے کہ ان میں ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے۔انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے''۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِنَّکَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾[القلم:٤]

''بے شک آپ ﷺ بڑے اخلاق کے مالک ہیں''۔

جس نے بھی ابتداء تا انتہا آپ ﷺ کے تمام حالات واطوار کو دیکھا (یا پڑھا) اور آپ ﷺ کی سیرت واخلاق سے عقائد' اخلاق آداب اور عادلانہ قانون سازی اور دیگر بہت سے امور ہیں جو بہتری پیدا ہوئی تاریخ انسانی میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔آپ ﷺ کی آمد سے قبل دنیا شرک' بت پرستی سے بھر گئی تھی' اکثریت کی عقل پر ان دونوں صفاتِ بد نے قبضہ کرلیا تھا۔دنیا میں بے دینی' فساد' ظلم' قتل وغارت' قطع رحمی وغیرہ تمام برائیاں مختلف اشکال میں پھیلی ہوئی تھیں۔ان برائیوں کو آپ ﷺ نے تبدیل کر کے ان کی جگہ ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت رائج کی۔دین ایک اللہ کے لیے خالص

کر دیا۔ اللہ کے لیے وہ عبودیت و بندگی قائم کی جس کے لیے اللہ نے انس و جن کو پیدا کیا ہے' تمام حقوق میں عدل و انصاف قائم کیا' صلہ رحمی عام کی' تمام انسانوں سے اچھا سلوک رائج کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ آپ ﷺ کی رسالت کی سب سے بڑے دلائل ہیں۔ آپ ﷺ کے دین و شریعت کے مکمل ہونے کے ثبوت ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کے سب سے بڑے مصلح و رہنما ہیں۔ آپ ﷺ اپنی قوم میں شریف النسب معروف تھے۔ آپ کا گھرانہ عرب کا بہترین و معزز گھرانہ تھا۔ بعثت سے قبل آپ اپنی قوم میں صادق' امین' نیکوکار' عادل' با اخلاق اور مہذب تسلیم کیے گئے تھے۔ اخلاق رذیلہ اور بری عادات سے آپ پاک تھے۔ آپ میں کوئی ایسی بڑی یا چھوٹی عادت نہیں تھی جو معیوب کہلائی جا سکے۔

آپ ﷺ کا کوئی ایک جھوٹ یا خیانت یا اقوال و افعال میں کوئی بے راہ روی کبھی ثابت نہیں ہوئی' صاف دل کے مالک تھے' اپنے پرائے سب کے خیر خواہ تھے' صلہ رحمی کرنے والے' وعدے اور معاہدے پورے کرتے تھے' دوسروں کا بوجھ اٹھانے والے' حق کے معاملات میں تعاون کرنے والے تھے۔ اللہ کی عبادت کرنے والے اس کے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔ بردبار' صابر' معاف کرنے والے' بہترین عقل اور بہتر رائے کے مالک تھے۔ اپنی حرکات و سکنات میں اعتدال کی راہ کو اپنانے والے' پرعزم تھے۔ جن کے ہاں قانون یا کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کا رواج نہیں تھا۔ آپ ﷺ خود بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔

﴿ وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴾ [العنکبوت:٤٨]

''آپ ﷺ اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے نہ ہی لکھتے تھے ورنہ باطل قرار دینے والے شک کرتے''۔

مزید فرمان ہے:

﴿ وَمَا کُنۡتَ تَرۡجُوۡا اَنۡ یُّلۡقٰۤی اِلَیۡکَ الۡکِتٰبُ اِلَّا رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ ﴾

''آپ کو تو امید بھی نہیں تھی کہ آپ کو کتاب دیدی جائے گی مگر یہ تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے''۔

آپ ﷺ ہمیشہ سے بھلائی کو پسند کرنے والے اور بھلائیاں کرنے والے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے وحی آ گئی' آپ کے ذریعے سے اللہ نے انسانوں پر رحم کیا کہ آپ ان کے پاس ایسی عظیم رسالت لے کر آئے جس میں تمام انسانوں کی اصلاح وسعادت تھی۔ ان کے پاس ایسی کتاب لائے کہ دنیا میں اس سے پہلے اتنی عظیم المرتبت' اور ہر خیر و بھلائی کو اپنے اندر سمونے والی اتنی علمی کتاب کسی نے نہیں دیکھی تھی۔ آپ نے لوگوں کو ان امور کی خبر دی کہ نہ آپ ﷺ کی قوم میں سے کسی کو معلوم تھے اور نہ روئے زمین پر بڑے سے بڑا عالم ان کا انکار کر سکتا تھا۔ آپ نے علم یقینی کی بنیاد پر اپنی رسالت کا عام اعلان کر دیا کہ یہ حق ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ میرا اعتماد و بھروسہ حق پر ہے۔ مجھے اللہ کے وعدے پورا ہونے کا یقین ہے۔ حالانکہ آپ کے دشمن اور مخالفین کی کثیر تعداد موجود تھی جس میں یہود' نصاریٰ اور امیین سب شامل تھے۔ آپ نے ان کے سامنے وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کیا کہ جس دین پر وہ ہیں وہ شرک شر اور اخلاق رذیلہ کا دین ہے جبکہ آپ ﷺ کی شریعت نے تمام کتب کو منسوخ کر دیا ہے اور سابقہ تمام شریعتوں پر نگراں ہے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی سب آپ کے دشمن ہو گئے۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت کو رد کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ اپنے باطل نظریات کا تحفظ کرنے لگے۔ نبی نے ان کے ماہرین اور عوام کو سب کو چیلنج کیا کہ اس جیسا قرآن لے آئیں مگر انہیں استطاعت نہیں ہو سکی۔ بلکہ دین کی کوئی بات بھی رد نہ کر سکے (غلط ثابت نہ کر سکے) اگر چہ اس کے لیے انہوں نے بہت سے مکر کیے' چالیں چلیں' منصوبے بنائے' سازشیں کیں

مگر حق کا مقابلہ کر سکنے کے بجائے رسوا ہو کر شکست کھا گئے۔ ان میں جو منصف مزاج تھے انہوں نے اعتراف ِحقیقت کر لیا اور جو تکبر کرنے والے اکھڑ مزاج تھے وہ اپنے باطل کا دفاع کرتے رہے۔ مگر ان کے پاس کوئی حجت کوئی دلیل نہیں تھی۔ جس کا وہ سہارا لیتے۔ حق کی بڑی دلیل یہ تھی کہ اس نے حق کے دشمنوں کے اقوال وآراء اور ان دلائل کو پہچان لیا تھا جو حق کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور نبی ﷺ اکیلے ہی تمام لوگوں کے سامنے آ گئے تھے۔ شروع میں آپ کا مددگار ومعاون کوئی نہ تھا سوائے اس اللہ کے جو سب سے بہترین مددگار رہے۔ پھر رفتہ رفتہ ایک کے بعد ایک آپ ﷺ کی اتباع کرتا گیا۔ صاحبان بصیرت وعقل آپ کے ساتھ آتے گئے اگرچہ ان کی شدید مخالفت ہوتی رہی، دشمن نے ان کے دشمنی میں کیا کچھ نہیں کیا۔ مگر ان الم انگیز واقعات سے وہ گھبرائے نہیں، نہ ہی کسی خوف یا دشمنوں کے دباؤ نے انہیں حق قبول کرنے سے روکا۔ حالانکہ ان کے دشمن طاقتور تھے، حکومت میں تھے، سردار تھے، انہوں نے رسول اور ان کے متبعین سے دشمنی کی انہیں بدترین اذیتیں دیں انہیں ان کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے لالچ دیے مگر کچھ بھی نہ کر سکے اس لیے کہ مسلمانوں کا ایمان صحیح تھا، یقین پختہ تھا اس لیے کہ وہ محمد کے ڈر یا آپ ﷺ کی طرف سے دیے گئے کسی لالچ کی بنا پر ایمان نہیں لائے تھے بلکہ اس وقت تو ڈرانے کی طاقت یا کسی چیز کے لالچ دینے کی استطاعت دشمنوں کے پاس تھی۔ مگر جب صحیح ایمان دل میں بیٹھ جائے تو پھر اس کی نفرت کی بنا پر کوئی بھی شخص دل سے نہیں نکال سکتا بلکہ ہر چیز سے زیادہ محبت وہ ایمان کے ساتھ کرتا ہے اس کو سب سے زیادہ قلب کی تسکین ولذت سمجھتا ہے، اس کو بہت بڑی کامیابی قرار دیتا ہے۔ نبی ﷺ مسلسل سچے جذبے اور پختہ عزم کے ساتھ اس دین کی طرف دعوت دیتے رہے۔ نہ آپ ﷺ اکتائے نہ کمزوری دکھائی۔ اللہ کے وعدے پر یقین وبھروسہ تھا۔ حالانکہ آپ کا مقابلہ ومخالفت بہت شدت سے کی گئی اور تمام دشمنوں کی طرف سے کی گئی۔ آپ ﷺ حج یا دیگر اہم مواقع پر عرب کے پاس جاتے تھے۔ انہیں اللہ کی طرف دین کی طرف دعوت دیتے تھے۔

اس وقت آپ کی اتباع کرنے والے صاحبانِ عقل وبصیرت افراد تھے جبکہ اکثریت آپ کی مخالف تھی۔ آپ اللہ کے حکم پرڈٹے رہے' اللہ کے بندوں کو دعوت دینے کا عمل جاری رکھا۔صدق وعدل' عہد نبھانے' وعدہ وفا کرنے کی صفات پرسختی سے کاربند رہے آپ استقامت اوراخلاق فاضلہ پرقائم رہے۔ اللہ کے حکم کو بندوں تک پہنچانے میں اپنی قوت وصلاحیت صرف کرتے رہے۔آپ ﷺ نے شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ نہ پہلے تاریخ اس کی مثال پیش کرسکی تھی اور نہ بعد میں کرسکتی ہے۔حالانکہ آپ کا مختلف قسم کے حالات سے واسطہ رہا۔خوف' امن' فقروغنیٰ' فراخی وتنگی' مشکلات آسانیاں (پھر رفتہ رفتہ ایسا وقت آیا کہ) لوگ دین اسلام میں گروہ درگروہ داخل ہونے لگے مکہ میں اسلام بڑی مشکل سے پھیلا۔مدینہ میں اس سے زیادہ پھیلا تھا اس لیے آپ نے اپنے ساتھیوں کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا تاکہ وہاں دین کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔صحابہ کرامؓ اکیلے اور گروہوں کی صورت میں ہجرت کرنے لگے۔اس موقع پر رؤسائے عرب نے مشورے کیے آپ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنائے۔ تاکہ آپ ﷺ کا لایا ہوا نور بجھایا جاسکے' بہت بڑی بڑی سازشیں انہوں نے کیں۔مگر اللہ نے آپ کی حفاظت کی' جب معاملہ بہت سنگین ہوگیا اور انہوں نے آپ ﷺ پر حملہ کرنے آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) ختم کرنے کا ارادہ کرلیا اور منصوبہ بنالیا اور اس پر متفق ہوگئے تو اللہ نے آپ کو ہجرت کرنیکا حکم دیدیا' آپ ان پریشان کن حالات میں نکلے' آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔دونوں نے ایک غار میں پناہ لے لی دونوں کو اللہ کے وعدے پر یقین تھا۔ بڑی شدت وسرگرمی سے آپکی تلاش شروع ہوئی۔بہت بھاگ دوڑ ہوئی مگر اللہ نے آپ پر مہربانی کی اوران کی تمام چالوں کو ناکام بنادیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُاللّٰہ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ﴾[الانفال:۳۰]

''جب کافر آپ کے خلاف سازشیں کررہے تھے کہ آپ کو (آپ کے مشن میں) روک دیں یا آپ کو قتل کردیں یا آپ کو نکال دیں یہ سازشیں کررہے تھے اور اللہ تدبیر کررہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے''۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿ اِنْ لَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ................تَرَوْهَا ﴾[التوبة:٤٠]

''اگر تم اس (محمد) کی مدد نہیں کروگے تو اللہ نے اس کی مدد کی ہے جب انہیں کافروں نے نکالا اور وہ دو تھے جب غار میں تھے وہ (محمد) اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ پریشان مت ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے اللہ نے اس پر سکون نازل کرلیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تمہیں نظر نہیں آرہے تھے''۔

یہ مدد اس بات کی دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ پر مہربان تھا' ان کی حفاظت کرتا تھا' اس نے ان کے ساتھ سچا وعدہ کیا تھا کہ وہ دین کی تکمیل کرے گا۔ پھر جب مدینہ ہجرت کر گئے تو اللہ کی مہربانیاں وہاں بھی ساتھ رہیں۔ اللہ نے وہاں انہیں اسباب تحفظ فراہم کیے۔ مسلمانوں نے آپ کا استقبال کیا' ہر قبیلہ آپ کو اپنا مہمان بنانا چاہتا تھا۔ ہر شخص آپ ﷺ کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دے رہا تھا۔ اللہ نے آپ کے لیے وہ جگہ منتخب کی جہاں آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تا کہ وہی جگہ مسجد بن سکے اور آپ کی ازواج مطہرات کے گھر بنائے جاسکیں۔

چنانچہ آپ نے اسی جگہ مسجد بنائی مسلمانوں کے ساتھ خود بھی مسجد بنانے کا کام کرتے رہے۔ مسجد کے پاس ہی اپنی ازواج کے لیے گھر بنالیے۔ مسلمان آپ کی آمد سے بہت مسرور ہوئے۔ وقت اور حالات کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ آپ پر شرعی احکام نازل کرتا رہا اور جب وقت آیا تو اللہ نے قتال کا بھی حکم دیدیا کہ دشمنوں کے ساتھ ہر مقام پر ٹکراؤ ہونے لگا تھا جب جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا تو کبھی کافر

حملہ کرتے کبھی مسلمان حملہ آور ہوتے اور بالآخر جنگوں کا اختتام مسلمانوں کی فتح پر ہوا۔ جب لوگوں نے اسلام کا پھیلاتا ہوا نور دیکھ لیا تو وہ فوج درفوج' گروہ درگروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔قرآن کی رہنمائی اور دین کی ہدایات اپنانے لگے۔دین حق جو آپ لائے تھے یہ حقانیت ہی اسلام میں لوگوں کے داخلے کا بڑا سبب تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسی حق کی طرف دعوت دیتے تھے جو اللہ کی طرف سے لائے تھے' وہ حق کہ جس کی اطاعت ہر عقل سلیم اور عقل صحیح کرتی ہے۔سخت ترین افراد بھی اس کے سامنے نرم پڑ جاتے ہیں۔اس دین کو وہ لوگ اپناتے ہیں جو صاحبان بصیرت و اہل دانش ہوتے ہیں' اس لیے کہ یہ دیکھ لیتے ہیں' سمجھ لیتے ہیں کہ یہ دین عقائد اخلاق و اعمال کی اصلاح کرتا ہے' یہ اس کی عوت ہر قسم کی اصلاح کے لیے ہے۔اور اسی مقصد کے لیے اس میں جہاد بھی ہے۔جہاد سے مقصد ہے کہ تمام انسان حق کے تابع ہو جائیں۔دین حق میں داخل ہو جائیں۔حق کو پہچاننے کا ذریعہ ہے رسول کی لائی ہوئی شریعت اور دین کی معرفت حاصل کرنا دینی حقائق مکمل علم و معلومات' نبی مسلسل اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعے دعوت دیتے رہے۔ہر وہ طریقہ اپناتے تھے جو ہدایت تک لے جاتا ہو۔باطل پرستوں سے بحث و مباحثہ اور مقابلہ بھی بہت اچھے اور متوازن طریقے پر کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کے ذریعے دین کی تکمیل کر دی اور مومنوں پر اپنی نعمت تمام کر دی۔آپ کے ذریعے سے اللہ نے مختلف اقوام میں اتحاد اور متفرق دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا۔مختلف آراء و خواہشات کو ایک سمت عطا کر دی۔لوگوں کے ظاہر و باطن اور تمام خرابیوں کی آپ کے ذریعے سے اصلاح فرما دی حالانکہ آپ کی آمد سے قبل دنیا ہر قسم کے شر و فساد سے بھر گئی تھی' جنہیں دین حق نے آ کر ختم کر دیا اور دنیا کو حق' عدل' رحمت' خیر اور نور ہدایت سے بھر دیا' گھپ اندھیروں کا خاتمہ کر دیا۔حق کا بول بالا کر دیا۔

باطل کمزور ہوتے ہوتے مٹ گیا' باطل ہوتا ہی مٹنے کے لیے ہے۔اہل دنیا کو آپ کی رسالت کی وجہ سے مصلحتوں' منافع و فوائد دنیوی و اخروی کا جو علم ہوا وہ آپ کی رسالت کے حق ہونے کی سب سے

بڑی دلیل ہے‘اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اللہ کے ہاں اس کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں ہے۔ یہی تمام انبیاء ورسل کا دین ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کی دی ہوئی ہر خبر سچائی کے اعلیٰ مقام پر ہے‘ اس کا ایسا کوئی امر نہیں جس کے بارے میں عقل کہتی ہو کہ کاش اس کام سے منع کیا گیا ہوتا‘ کوئی ایسی نہی نہیں جس کے بارے میں عقل کہے کہ کاش اس کا حکم دیا گیا ہوتا۔ (اس کے تمام اوامر ونواہی عقل کے مطابق ہیں) اگر تمام حکماء وعقلاء جمع ہو کر اس سے بہتر اور مفید دین بنانا چاہیں تو اس طرح کی رہنمائی کرنے والا ہدایت سے پُر دین نہیں بنا سکیں گے۔ یہ دانا اور قابل تعریف اللہ کا نازل کردہ ہے۔ اسی لیے اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کرنے والے دین کو رحمت‘ نور‘ حکمت اور ہدایت قرار دیا ہے۔

اصلاح کے تمام اصول وفروع اور دینی ودنیاوی منفعتوں کی طرف اس دین نے رہنمائی کی ہے۔ جب نبی کے احوال اور آپ ﷺ کے دعوت کے مختلف طریقوں پر غور کیا جائے جو دوستوں اور دشمنوں کے لیے اپنا گئے تھے تو اس میں واضح طور پر نظر آتا ہے کہ اس میں مکمل رہنمائی اور ہر خاص وعام کی بھلائی وخیر خواہی موجود ہے۔ یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی دعوت سے مسلمانوں کے دل علم‘ یقین اور معارف ربانی سے معمور ہو گئے‘ اور ہر قسم کی خیر وبھلائی کی طرف ان کی رہنمائی ہو گئی ہر قسم کی رذیل عادت سے وہ پاک ہو گئے۔

آپ ﷺ کی رسالت کے آثار آپ کے اپنے دل میں بھی مکمل طور پر موجود تھے‘ اسی وجہ سے آپ میں فضائل واخلاق مکمل طور پر موجود تھے‘ انہی کی بنا پر آپ تمام معاملات میں کامل ترین بشر تھے۔ اسی طرح آپ کی رسالت کے اثرات آپ کے صحابہ اور امت میں بھی آ گئے جن کی وجہ سے صحابہ کرام افضل افراد انسان بن گئے اور امت دیگر امتوں میں بہتر امت کہلائی۔ صحابہ اور ائمہ دین وعلمائے امت فضیلت کے اس مقام پر پہنچے ہیں کہ دیگر امتوں میں سے کوئی نہیں پہنچ سکا ہے اس لیے کہ ان میں صحیح معلومات‘ مفید علوم‘ ایمان صحیح‘ یقین کامل‘ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی‘ لوگوں پر شفقت‘ احسان

اورعدل جیسی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ یہ سب صفات فاضلہ نبی کی صداقت اور آپ کے لائے ہوئے دین کی حقانیت کے دلائل ہیں۔اسی طرح آپ کی رسالت کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ مختصر سے عرصے میں اللہ نے آپ کو اتنا مضبوط کیا کہ آپ اس دین کی پختہ بنیاد قائم کرسکیں جو مکمل اور انسانوں کے لیے سب سے زیادہ ہدایت فراہم کرنے والا ہے۔آپ نے اس دین کے اصول وفروع متعین کیے۔اس کے ذریعے سے دین ودنیا کی کامیابیاں حاصل کی جاتی ہیں۔آپ لوگوں کے لیے تمام کاموں میں نمونہ قرار پائے اقوال ہوں یا افعال صحیح عقائد ہوں یا ایسے اعلیٰ اخلاق جو دلوں کی اصلاح کے لیے نفع بخش ہوتے ہیں ان سب میں آپ کو معیار وکسوٹی قرار دیا گیا۔اس وقت دنیا میں قانون کی جتنی بھی تعلیم پھیلی ہوئی ہے ترقی کرچکی ہے اگر اس کی اصل معلوم کی جائے تو ثابت ہوگا کہ یہ سب کے سب محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور قوانین سے ماخوذ ہیں۔علم سیاست' فنون حرب وصلح' دشمنوں سے معاملات ومعاہدات کی جتنی بھی صورتیں اس وقت دنیا میں موجود ہیں اگر ان کی اصل تلاش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ سب کی بنیاد آپ کے عمل ورہنمائی پر ہے۔اگر حکمرانی کے اصول وقواعد نیچے لے کر اوپر تک چھوٹی سے چھوٹی حکمرانی گھر اور گھرانے کی نگرانی سے لے کر ملک پر حکومت کرنے کے طریقوں پر غور کیا جائے تو آپ کے طرز حکمرانی سے زیادہ مکمل ترین طریقہء حکومت کہیں نہیں ملے گا۔اگر دلوں کی اصلاح کی تحقیق کی جائے تو دلوں کی خرابیوں کے علاج کی بات ہو تو اس کے لیے صرف نبی نے رہنمائی کی ہے الغرض جو بھی صحیح علم یا عمل باطنی ہو یا ظاہری آپ نے انسانوں کو اس میں رہنمائی فراہم کردی ہے۔ یہ چند جملے نبی ﷺ کی رسالت' دین کی حقانیت اور انسانوں کے لیے اس کے مفید ہونے پر دلالت کرنیوالے جملے ہیں جن میں یہ ثابت کرنا تھا کہ دین صرف وہی ہے جو محمد ﷺ کا ہے۔طریقہ صرف وہی ہے جو آپ نے دیا ہے۔تمام دنیاوی واخروی امور کی اصلاح کا راز آپ کی اتباع میں ہی مضمر ہے۔

''اللہ کی وحدانیت' ربوبیت اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر قرآن وسنت کے دلائل''

چونکہ توحید باری تعالیٰ سب سے اہم' سب سے زیادہ مکمل' سب سے زیادہ فرض وافضل امر ہے اور بندوں کی تمام ضروریات سے بڑھ کر ضرورت ہے' بندوں کی فلاح وصلاح اور سعادت اسی پر موقوف ہے۔ چنانچہ اللہ نے اس کے لیے مختلف اقسام کے دلائل وبراہین نازل کیے ہیں' دلائل بھی بہت ہی واضح اور روشن ہیں۔ سب سے زیادہ واضح دلیل جو توحید الوہیت پر دی گئی ہے وہ ہے لوگوں کا توحید ربوبیت کا اعتراف' اس بات کا لوگ اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ خالق ہے۔ رازق ہے' زمینوں' آسمانوں اور ان میں موجود تمام مخلوق کا مالک ہے۔ تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے' ان کا یہ اعتراف اللہ نے قرآن میں ذکر کیا ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾[الزمر:۳۸]

''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ کہیں گے اللہ نے''۔

دیگر کئی مقامات پر بھی اس کا تذکرہ ہے۔ ان کا یہ اعتراف اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو ہستی اس شان وعظمت کی مالک ہے وہ ایسی وحدانیت میں منفرد ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کی ہی نہیں جا سکتی' اس (اللہ) کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سب انتہا درجے کی عاجز ومحتاج مخلوق ہے جو اپنے لیے نہ کسی اور کے لیے نفع ونقصان' زندگی یا موت یا آخرت میں اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اسے دنیا میں یا آخرت میں جو بھی پکارے گا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ بہت بڑا نقصان ہوگا۔ مخلوق کی عاجزی ومحتاجگی کی تمام علامت واضح وظاہر ہیں' ہر شخص انہیں دیکھ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ سب کے سب صرف ایک اللہ کی بندگی اور اس کے لیے اخلاصِ عمل کے محتاج ہیں۔ جس طرح کہ یہ اپنے وجود

میں (پیدا ہونے میں) اور اس وجود کو برقرار رکھنے والی چیزوں کے معاملے میں کلی طور پر اللہ کے محتاج ہیں۔

توحید کے دلائل میں سے وہ سخاوت، کرم اور احسان ہے جو ہر شخص کو نظر آ رہا ہے کہ بندوں کے پاس جو بھی نعمت ہے دینی یا دنیوی ظاہری یا باطنی، سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اچھائیاں صرف اسی کی طرف سے آتی ہیں اور تکالیف وہی رفع کرتا ہے۔ اب جو ذات یہ سب کچھ کرتی ہو تو عبادت کے لائق بھی صرف وہی ہے۔ ثنا، حمد، تعریف، شکر جو دل سے ہو یا زبان سے سب کا مستحق وہ اکیلا اللہ ہی ہے۔ اللہ کی توحید اور رسولوں کی صداقت کی دلیل اور آخرت میں اٹھائے جانے، جزا و سزا، کی دلیل ان واقعات میں بھی مل سکتی ہے جو انبیاء کے متبعین یا مخالفین سے متعلق مذکور ہیں کہ اللہ ایک قبیلہ یا قوم کے پاس رسول بھیجتا تھا۔ وہ اس قوم کو توحید اور عمل خالص (للہ) کی طرف دعوت دیتا تھا، انہیں شرک اور دیگر اقسام کی برائیوں سے منع کرتا تھا۔ اسی نبی کے ذریعے سے ایسے دلائل دیتا کہ جن پر کوئی انسان یقین کر سکتا ہے اس نبی پر کم لوگ ایمان لے آتے تھے۔ اور اکثر لوگ کفر کرتے اس سے دشمنی کرتے نبی ان سے آخرت سے قبل دنیاوی عذاب کا وعدہ کرتا تھا۔ جب قوم کی سرکشی و نافرمانی اور اللہ سے بغاوت نقطہ عروج پر پہنچ جاتی تو اللہ ان پر مختلف عذاب نازل کرتا کبھی طوفان بھیج کر انہیں غرق کر دیتا کبھی آندھی آتی اور ان کو نابود کر دیتی، کبھی چیخ آ کر ان کا خاتمہ کر دیتی، کبھی بادلوں سے آگ برستی اور انہیں جلا کر راکھ بنا دیتی، کبھی سمندر چھٹ جاتا اور وہ اس میں غرق ہو جاتے یا ان پر ان کی بستیاں الٹ دی جاتیں، ان پر پتھروں کی بارش ہوتی جو ان کا خاتمہ کر دیتی۔ جھٹلانے والوں میں سے کوئی بھی نہیں بچتا تھا اور وقت کا نبی اور اس کے متبعین نجات پاتے تھے۔

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَّمَا کَانَ اَکْثَرُ ھُمْ مُّؤْمِنِیْن ﴾

﴿ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴾[الشعراء:۱۹۱]

''اس میں نشانیاں ہیں (عبرت) کی ان کی اکثرت مومن نہیں تھی اور تیرارب غالب رحم کرنیوالا ہے''۔

اس سلسلہ نبوت کی آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔انہیں اللہ نے دیگر انبیاء کی طرح توحید خالص دے کر مبعوث فرمایا۔شرک اور برائیوں سے منع کرنے کے لیے بھیجا مگر ان کے قریبی ودر کے رشتہ داروں اپنوں بیگانوں سب نے مخالفت کی اپنے باطل مذہب کی مدد کے لیے چالیں چلیں' محمد کے دین کورد کرنے کے لیے بہت بڑے بڑے منصوبے بنائے' سازشیں کیں' مگر اللہ نے انہیں رسوا کیا اور اپنے نبی کی مدد کی۔اس کے لائے ہوئے دین کو تمام ادیان پر غالب کیا۔یہاں تک کہ یہ دین مشرق تا مغرب پوری دنیا میں پھیل گیا۔اللہ کی یہ مدد اس امت محمد یہ کے ساتھ ہمیشہ رہی ہے مگر اس حساب سے جتنا کہ انہوں نے اس دین کو تھاما ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دین جو ایمان اور توحید ہے وہی حق دین ہے اور جو اس کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔جو کچھ نبی لائے ہیں وہ سب حق ہے۔

''غیب کی مختلف خبریں دین اسلام کی صداقت کی دلیل ہیں''

اللہ نے اپنی کتاب میں غیب کی بہت سی خبریں دی ہیں جن میں سے کچھ ماضی سے متعلق ہیں کچھ حال اور کچھ مستقبل سے کچھ خالق کے بارے میں ہیں تو کچھ مخلوق سے متعلق ہیں یہ سب کی سب خبریں سچی ہیں اور تاریخی واقعات نے ان کی صداقت ثابت کردی ہے۔

ان خبروں میں ماضی کے بڑے اور اہم واقعات کا ذکر ہے'ان کی تفصیلات ہیں' خود رسولوں کے واقعات اور ان کی اقوام میں ماننے اور نہ ماننے والوں کی تفصیلات اس طرح بیان کی گئیں ہیں ان تک رسائی اس وحی کے بغیر ناممکن تھی جو رسول پر آئی۔اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے پاس ان واقعات

کے ضمن میں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ ان واقعات کو بیان کرنا رسولوں کی رسالت کی دلیل ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ:

﴿ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ 0 وَلَٰكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴾[القصص:٤٤]

''آپ مغربی طرف میں نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو اپنا حکم دیا اور آپ وہاں حاضر بھی نہیں تھے لیکن ہم نے قومیں پیدا کیں، ان پر لمبی عمر گزری اور آپ اہل مدین کے ہاں بھی نہیں تھے۔ آپ ان پر ہماری آیات پڑھتے تھے مگر ہم ہی بھیجنے والے ہیں''۔

یعنی ان واقعات کی تفصیلات کا ایسا کوئی ذریعہ نہیں کہ کسی سے حاصل کی جائیں۔ اور نہ کوئی اور طریقہ ہے سوائے یہ کہ اللہ اپنے بندوں کو وحی کے ذریعے بتادے۔ یہی بات اللہ نے سورہ یوسف میں بتائی ہے۔

﴿ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ ﴾[یوسف:١٠٢]

''جب وہ ایک بات پر اتفاق کر رہے تھے تو آپ ﷺ ان کے پاس نہیں تھے''۔

زکریا و مریم کے واقعے میں بھی یہی بتایا گیا ہے۔

﴿ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴾[آل عمران:٤٤]

'' آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ قرعہ ڈال رہے تھے کہ کون مریم کا کفیل بنے گا اور آپ اس وقت نہیں تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے''۔

جب یہ واقعات تفصیل کے ساتھ اور حقائق کے مطابق رسول نے بیان کر دیے ہیں تو ثابت ہوا کہ

یہ بغیر وحی کے بیان نہیں ہو سکتے اور یہی رسول کی صداقت کی دلیل ہے اور آپ کے لائے ہوئے دین کی حقانیت کا ثبوت بھی۔ اسی طرح ملائکہ اور ملاء اعلیٰ کی خبر' آدم کا واقعہ' فرشتوں کا سجدہ اور پھر فرشتوں اور اللہ کے درمیان مکالمہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾[ص:٦٩]

''میرے پاس کوئی علم نہیں ملاء اعلیٰ کی جب وہ جھگڑ رہے تھے''۔

ان سب سے زیادہ بڑی خبر جو آپ نے دی ہے جو معلوماتِ مبارکہ فراہم کی ہیں وہ رب العالمین کے اسماء وصفات کی معلومات ہیں جنہیں آپ نے تفصیل سے بیان کیا ہے اور جس طرح قرآن میں یہ اسماء وصفات بیان کی گئی ہیں اس طرح پہلے کسی کتاب میں نہیں تھیں۔ اللہ کے بارے میں وہ عظیم خبریں دی ہیں سابقہ یا موجودہ علوم ومعارف ان کا عشر عشیر بھی نہیں لا سکتے۔ قرآن سے پہلے جتنی بھی کتب انبیاء پر نازل ہوئی ہیں ان میں جتنی بھی خبریں اور معلومات تھیں وہ سب قرآن میں موجود ہیں اور ان کے علاوہ بھی معلومات ہیں اور تفصیلات بھی ہیں جو بہت بڑی اور قوی دلیل ہیں اس بات پر کہ نبی جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے اور یہ قرآن سابقہ کتب پر نگہبان ہے بلکہ دنیا میں جہاں بھی جس نے بھی حق بات کی ہے وہ قرآن کے تحت ہی ہے (حق کی بنیاد قرآن ہے بقیہ دنیا میں حق اسی قرآن سے پھیلا ہے)

سوال:

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ کی صفات واسماء سے متعلق نبی نے جو خبر دی اسے آپ دین کی حقانیت اور محمد کی رسالت پر ایسی دلیل کیسے قرار دے سکتے ہیں جسے متبعین ومخالفین سب تسلیم کریں اور ایک ایسا اصول بھی اس سے ثابت ہو جائے کہ جسے عقلاء بھی تسلیم کریں۔

جواب:۔

اس سوال کا جواب چند امور کی وضاحت سے مل جائے گا۔

(۱) جو شخص یہ معلومات لایا ہے وہ ان پڑھ تھا، پڑھنا لکھنا نہیں جانتا تھا، ان پڑھ قوم میں پیدا ہوا، جوان ہوا، کسی عالم کے پاس نہیں بیٹھا (حصول علم کے لیے) کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ وہ اسی طرح زندگی گزار رہا تھا کہ اچانک ایسا قرآن لایا جس میں یہ عظیم الشان، محکم اور حقیقی خبریں تھیں، آپ کی اس حالت کو اور پھر ایسی حالت میں معلومات سے پر کتاب لانے پر ہی اگر غور کیا جائے تو یہ خود بہت بڑی دلیل ہے جس پر غور کرنے سے ہر شخص حق کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ تسلیم کیے بنا نہیں رہ سکتا کہ یہ سب کچھ وحی کے بغیر ممکن نہیں ہے، یہ بغیر رسالت کے نہیں ہو سکتا۔

(۲) آپ نے سابقہ انبیاء و کتب کی تصدیق کی۔ آپ جو شریعت لائے وہ اللہ و رسول کی خبر کے مطابق ہے، اس کی گواہی دینے والا اس پر نگراں ہے، باوجود یکہ آپ کو ان پڑھ کہا گیا ہے۔

(۳) اس قرآن میں جو اسماء حسنی اور صفات علیا ہیں سب مناسب اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں وہ اس طرح کہ ان میں سے ہر صفت و اسم ہر لحاظ سے کمال مطلق پر دلالت کرتا ہے ایسا کمال کہ اس کے قریب بھی اکملیت نہیں جا سکتی۔ عقلاء کی عقل کے لیے ممکن نہیں ہے کہ ان معانی و صفات کا احاطہ کر سکے۔ یہ توحید و رسالت پر سب سے بڑی دلیل ہے۔

(۴) ان کے آثار اور متعلقات کائنات میں اور مخلوق میں مشہود و محسوس ہیں۔ وہ آثار جو آپ نے بیان کیے یعنی اللہ کی عظمت، بادشاہت، غلبہ، سخاوت، کرم، رحمت، دعائیں قبول کرنا، مصائب و مشکلات سے نجات دینا، اس کی قدرت، تصرف اور تدبیر وغیرہ جو بھی صفات محمد ﷺ نے بیان کی ہیں ان کے اثرات کائنات میں مشاہدہ کیے جا سکتے ہیں۔ ان سے انکار وہی کر سکتا ہے جو دلائل سے لاجواب ہو چکا ہو، صرف ہٹ دھرمی سے کام لے رہا ہو۔ اسی طرح اللہ کی صفت، عظمت کے آثار اللہ کے نازل کردہ

شرائع وقوانین میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔آپ ﷺ نے اللہ کا جو بھی حکم ہمیں دیا ہے وہ محکم ہے، جو غیب کی خبریں بتائی ہیں ان کے آثار بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔اس کے تقاضے محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ یہ آپ کی حقانیت کی دلیل ہے۔اوراس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص یہ دین لے کر آیا ہے وہ خود بھی سچا ہے۔

(۵) جو صفات نبی ﷺ نے اللہ کی بیان کی ہیں ان کی حقیقت کو پہچاننا ممکن نہیں ہے البتہ عارفین کے دلوں میں اللہ کی عظمت اور بزرگی کا اعتراف ایسا بیٹھا ہوتا ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔اسی طرح ان کے دلوں میں اللہ سے محبت، شوق اور رغبت ایسی ہوتی ہے کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام لذات ہیچ نظر آتی ہیں۔ یہ عارفین اتنی تعداد میں ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی ان کو شمار نہیں کرسکتا۔یہی لوگ مخلوق کا خلاصہ ونچوڑ ہیں۔تمام لوگوں میں سب سے اعلیٰ وبلند رتبے پر ہیں۔سب سے زیادہ بااخلاق وباادب ہیں۔ عقل میں سب سے زیادہ ہیں۔سب سے صحیح رائے اور فکر کے مالک ہیں۔علوم ومعارف میں مکمل ہیں اس امر عظیم پر ان کا اتفاق ہے اور یہ اتفاق صرف اعتقادی وعلمی نہیں ہے بلکہ یہ اتفاق علمی، یقینی ہے۔ یہ بے نظیر اتفاق رسول کی رسالت پر بڑی دلیل ہے۔اوراس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو توحید اور حق آپ لائے ہیں وہ صحیح ہے اور یہ ثمرہ ونتیجہ ہے آپ کی لائی خبر کا۔اگر کوئی سوال کرے کہ بہت سے لوگ تو ایسی باتوں پر بھی اتفاق کر چکے ہیں جو حق نہیں ہیں؟ اگر ان کے پاس علمی دلیل نہیں ہے تو یہ حق بھی نہیں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات حقیقت ہے کہ کتنے ہی لوگ باطل پر متفق ہو چکے ہیں جن کا شمار ممکن نہیں مگر جن کا ذکر ہم نے کیا وہ اللہ کی معرفت رکھنے والے اور اعلیٰ صفات کے مالک ہیں ان کے اتفاق کے مقابلے میں کوئی اتفاق کسی قسم کی حیثیت نہیں رکھتا، اس لیے کہ ان کا اتفاق علم یقینی پر مبنی ہے یہ دل کی گہرائی سے صادر ہونے والا یقین وعلم ہے۔ یہ ان اکمل وارفع لوگوں کا یقین ہے جو دیگر لوگوں سے علم کے لحاظ سے افضل واکمل ہیں، ان کا اتفاق ذوق کامل اور بصیرت کے نتیجے میں حاصل ہوا ہے۔یہی وجہ

ہے کہ اللہ نے توحیداور رسولوں کی صداقت کے ثبوت کے لیے ان کو گواہ بنایا ہے۔

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لاَ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ والْمَلاَ ئِكَةُ وَاُوْلُوا الْعِلْمِ قَائِماً بِالْقِسْطِ لاَاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم O اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلاَمَ ﴾[آل عمران:۱۸۔۱۹]

''اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' فرشتوں اور اہل علم نے گواہی دی وہ عدل پر قائم ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے۔ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے''۔

اللہ نے انبیاء اور علمائے ربانیین اہل بصیرت اور ائمہ ہدایت اور جہالت کے اندھیروں میں ستاروں کی طرح جگمگانے والے علماء کو اپنی توحید اور عدل پر گواہ بنایا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ براہین واضحہ میں سے ایک برہان ہے اس طرح نبی نے ملائکہ اور ملاء اعلیٰ' جنت' جہنم اور ان کی صفات' ان میں جانے والوں کی صفات ذکر کی ہیں ان دونوں میں لے جانے والے اعمال بتائے ہیں یہ سب باتیں ایسی ہیں جو کسی غیر نبی کیلیے بتانا ناممکن ہے۔صرف کوئی نبی ہی بتا سکتا ہے جس کے پاس یہ معلومات اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے سے آئی ہوں۔اس لیے کہ مخلوق کا علم اور معلومات ان تمام باتوں کے بتانے سے مکمل طور پر قاصر ہیں۔لیکن اللہ کی رحمت ہے بندوں پر کہ ان کی ہدایت کے لیے تفاصیل جناب محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین کے ذریعے پہنچا دی ہیں۔

''غیب کی خبروں کی ایک قسم''

مستقبل کے بارے میں غیب کی خبریں ہوں یا حال سے متعلق'ان میں سے ہر ایک'رسول کی صداقت اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حقانیت کی دلیل ہیں اور جب یہ دونوں مل جائیں تو پھر زیادہ دلالت کرنے والی ہوجاتی ہیں اور جب یہ خبریں رسالت کے دیگر ان دلائل کے ساتھ یکجا

ہو جائیں جن کا شمار ممکن نہیں تو پھر ان کی کتنی اہمیت وقوت ہوگی؟ حالانکہ ہر دلیل تنہا ہی دلالت کے لیے کافی ہے۔

ان غیب کی خبروں میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن میں اللہ نے اپنے رسول سے وعدہ فرمایا تھا کہ دین کا کام مکمل ہوگا۔ وہ آپ ﷺ کی مدد کرے گا' آپ کے لائے ہوئے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا۔ آپ ﷺ کے دشمنوں کو زیر کردے گا انہیں ماتحت وکمزور کردے گا۔ اس طرح کے وعدے قرآن میں بہت سے مقامات پر کیے گئے ہیں۔

مثلاً:

﴿هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ﴾[الصف:۹]

''اللہ وہ ذات ہے جس نے ہدایت ودین حق دیکر اپنا رسول بھیجا ہے تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار گزرے''۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾[:۸]

''اللہ اپنا نور مکمل کر کے رہیگا اگرچہ کافر پسند نہ کریں''۔

فرماتا ہے:

﴿وَيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا﴾[الفتح:۳]

''اللہ آپ کی بہت زیادہ مدد کرے گا (غالب کردینے والی مدد)''۔

مزید فرماتا ہے:

﴿وَقَاتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّيَكُوۡنَ الدِّيۡنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾[الانفال:۳۹]

''ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین مکمل طور پر اللہ کا (نافذ) ہو جائے''۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾

[آل عمران:١٢]

''کافروں سے کہہ دو کہ تم عنقریب شکست کھاجاؤ گے اور جہنم کی طرف اکھٹے کیے جاؤ گے جو بری جگہ ہے''۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّـذِيْـنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ﴾[الانفال:٣٦]

''جو لوگ کافر ہیں وہ اپنا مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کے راستے سے روک سکیں۔ یہ خرچ کریں گے مگر پھر اس پر انہیں افسوس وندامت ہوگی پھر یہ مغلوب ہوں گے''۔

پھر فرمایا:

﴿يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَـعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾[الانفال:٦٤]

''اے نبی اللہ آپ کے لیے کافی اور آپ کی اتباع کرنے والے مومنوں کے لیے بھی''۔

فرمان ہے:

﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾[القمر:٤٥]

'' عنقریب یہ گروہ شکست کھاجائے گا اور پیٹھ پھیرے گا''۔

ان کے علاوہ سچے وعدے ہیں جو اسی طرح وقوع پذیر ہوئے جس طرح اللہ نے بیان کیا تھا۔ اس طرح کے اکثر وعدے ہجرت سے قبل، جب مسلمان کمزور تھے، اللہ نے نازل کیے تھے۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

[الانفال:٢٦]

''یاد کرو جب تم کم تھے اور ملک میں کمزور شمار ہوتے تھے تمہیں خوف تھا کہ لوگ تمہیں ختم نہ کر دیں' تو اللہ نے تمہیں جگہ دی' اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی تمہیں پاکیزہ رزق دیا تا کہ تم شکر کرو''۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ﴾[الانفال:٧٠]

''اے نبی ان قیدیوں سے جو تمہاری قید میں ہیں کہہ دو کہ اگر تمہارے دلوں میں اللہ نے خیر جانا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا جا چکا ہے اور ایسا ہی اللہ نے کیا بھی۔

فرماتا ہے:

﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمْ ﴾[الفتح:٢٠]

''اللہ نے تم سے بہت سارے غنیمت کا وعدہ کیا ہے جو تم لوگے' تمہارے لیے یہ (غنیمت کا لینا) قرار دیا اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا''۔

اللہ نے اپنا یہ وعدہ پورا کر لیا اور آپ کو خبر دی کہ صلح حدیبیہ فتح مبین ہے باوجود یکہ اس میں ایسی شرائط تھیں جو مسلمانوں کو پسند نہیں تھیں' مگر بعد میں جب ان کے اچھے نتائج سامنے آئے تو سب کو معلوم ہو گیا کہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے ان میں بے شمار فوائد تھے۔

ان وعدوں میں اللہ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿یَـا اَیُّهَـا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلاَ یَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَـعْـدَ عَـامِهِمْ هٰذَا وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰه مِنْ فَضْلِهِ اِنْ شَاءَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ0 ﴾[التوبة:٢٨]

''ایمان والو! مشرکین نجس ہیں اس سال کے بعد وہ پھر کبھی مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اور اگر تم غربت سے ڈرتے ہو تو اللہ تمہیں اپنے فضل کے ذریعے غنی کردے گا اگر چاہے گا' بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے''۔

یہ سب کچھ بھی ہوگیا۔ اللہ نے یہ بھی خبر دی تھی کہ وہ عنقریب بہت سے ائمہ کفر کی توبہ قبول کرے گا اور اپنے بندوں کی ان پر مدد کرے گا۔

﴿ قَـاتِـلُـوْهُـمْ یُـعَـذِّبْـهُـمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَیُخْزِهِمْ وَیَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَیَشْفِ صُـدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ 0 وَیُـذْهِـبْ غَیْـظَ قُـلُوْبِهِمْ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلىٰ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴾[التوبة:١٤-١٥]

''ان سے قتال کرو' اللہ انہیں اور مومن قوم کے دلوں کو تشفی دے گا ان کے دلوں کا غصہ جاتا رہے گا اور اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول کرلیگا۔ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے''۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ عَسـَی الـلّٰـهُ اَنْ یَّـجْعَلَ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً وَاللّٰهُ قَدِیْرٌ وَاللّٰهُ غَـفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾[الممتحنة:٧]

''ہوسکتا ہے کہ اللہ تمہارے اور تمہارے بعض دشمنوں میں باہم مؤدت پیدا کردے' اللہ قادر ہے۔ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

یہ بھی اللہ نے کر دکھایا۔

اللہ کا یہ بھی فرمان ہے:

﴿ سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا ﴾

[البقرة:١٤٢]

''عنقریب کہیں گے لوگوں میں سے بے وقوف افراد کہ کس نے ان (مسلمانوں) کو ان کے اس قبلے سے پھیر دیا جس پر وہ تھے''۔

ان لوگوں نے یہ بات بھی کہہ دینی تھی۔

مزید فرمایا:

﴿ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ﴾[البقرة:١٣٧]

''اللہ عنقریب آپ کی کفایت کرے گا ان سے''۔

﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [المائدة:٦٧۔]

''اور اللہ آپ کو ان لوگوں سے بچائے گا''۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ﴾ [الزمر:٣٦]

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے''۔

فرمان عالیشان ہے:

﴿ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْيُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُاللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ﴾[الانفال:٣٠]

''اور جب کافرلوگ آپ کے خلاف سازشیں کررہے تھے تاکہ آپ کوروکے رکھیں یاقتل کردیں یا نکال دیں یہ سازشیں کررہے تھےاوراللہ تدبیرکررہاتھااوراللہ بہترین تدبیرکرنے والا ہے''۔

فرماتا ہے:

﴿اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْداً ۝ وَاَكِيْدُ كَيْداً ۝ فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْداً ۝﴾

[الطارق:١٥۔١٧]

''یہ لوگ سازشیں کرتے ہیں اور میں بھی تدبیرکرتا ہوں۔کافروں کوتھوڑی مہلت دیدو''۔

ان لوگوں پراس فرمان کے مطابق مشکلات آئیں تھیں۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴾[الضحیٰ:٤]

''اور بعد والا وقت آپ کے لیے پہلے والے وقت سے بہتر ہے''۔

یعنی آپ پر آنے والا ہر وقت پہلے والے وقت سے بہتر ہوگا۔جس نے بھی نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے' آپ کے حالات زندگی سے واقفیت حاصل کی ہے' وہ جانتا ہے کہ آپ کی زندگی کا ایک ایک دوراس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی قوت واستحکام میں اضافہ ہوتا گیا۔یہاں تک کہ آپ کی زندگی کے آخری ایام میں اللہ نے فرمادیا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾[المائدۃ:٣]

''آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کردیا ہے اورتم پراپنی نعمت تمام کردی اورتمہارے لیے اسلام کوبطوردین (نظام زندگی) چن لیا ہے''۔

فرماتا ہے:

﴿ الٓمٓ O غُلِبَتِ الرُّوم O فِیٓ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَمِنۡ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ O فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ O﴾ [الروم:١-٤]

''الم، عنقریب روم مغلوب ہوگا نزدیک کی زمین پر اور مغلوبیت کے بعد چند برسوں میں پھر غالب آئے گا''۔

جیسا کہ اللہ نے بتایا تھا ویسا ہی ہوا۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡٓا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴾[الشعراء:٢٢٧]

''عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس جانے کی جگہ کی طرف جاتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَسَیَعۡلَمُ الۡکُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَی الدَّارِ ﴾[الرعد:٤٢]

''اور عنقریب کفار جان لیں گے کہ آخرت کا مقام کس کے لیے ہے (یعنی اچھا یا برا انجام کس کا ہوگا)''۔

ایسا ہی ہوا کہ انہیں بدترین مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَسَتُبۡصِرُ وَیُبۡصِرُوۡنَ O بِاَیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ O ﴾[القلم:٥-٦]

''آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون فتنے میں پڑا ہوا ہے''۔

اور سب نے دیکھ لیا کہ وہی لوگ دیوانے تھے یا فتنے میں مبتلا تھے۔

اللہ کا یہ بھی فرمان ہے:

﴿ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ﴾[النشر:٦/٢]

''بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے''۔

دوسری آیت ہے:

﴿ سَيَجْعَلُ اللّٰهَ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْراً ﴾[الطلاق:٧]

''عنقریب اللہ سختی کے بعد آسانی کرے گا''۔

اللہ نے ایسا ہی کیا کہ مشکلات کے بعد آسانیاں پیدا کیں۔ تکالیف کے بعد آرام وراحت عطا کیا۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِیْ الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلِيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْناً يَعْبُدُوْنَنِیْ لاَ يُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْئًا ﴾[نور:٥٥]

''اللہ نے ایمان والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین میں اسی طرح خلافت دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو دی تھی اور ان کو خوف کے بعد امن دے گا' یہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے''۔

اور اللہ نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِیْ الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ 0﴾ [الانبیاء:١٠٥]

''اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے''۔

فرماتا ہے:

﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝﴾[الحج:٤٠]

''اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ قوت والا غالب ہے''۔

فرماتا ہے:

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾[محمد:٧]

''ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا''۔

جو اس شرط پر پورا اترا اللہ نے اس کے ساتھ یہ وعدہ پورا کیا ہے۔

فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْيُسْلِمُوْنَ ۝﴾[الفتح:١٦]

''اعراب میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے کہہ دو کہ تم عنقریب ایسے لوگوں کے (ساتھ جنگ کے لیے) بلائے جاؤ گے جو سخت جنگجو ہوں گے۔ تم ان سے لڑو گے وہ مسلمان ہو جائیں گے''۔

ایسا ہی ہوا کہ خلفائے راشدین اور ان کے بعد بھی مسلم حکمرانوں کے دور میں بھی انہیں جنگ کے لیے طلب کیا گیا۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [غافر:٥١]

''ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی مدد کرتے ہیں اس دنیا میں بھی اور جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾[الروم:٤٧]

''ہم پر مومنوں کی مدد حق ہے(ضروری ہے)''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ﴾

[الحج:٣٩]

''جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے انہیں قتال کی اجازت ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾[الفتح:٢٧]

'' اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچ کردکھایا کہ تم مسجد حرام میں امن سے داخل ہوگے سر منڈواتے ہوئے اور بال چھوٹے کرواتے ہوئے۔ تمہیں خوف نہ ہوگا اس نے جان لیا ہے جو تم نہیں جانتے اس کے علاوہ قریب فتح بنادی (دیدی)''۔

یہ تمام امور وقوع پذیر ہوگئے۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ٥ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ٥ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ٥ وَّامْرَاَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ٥ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ٥﴾ [مسد:١-٥]

''ابولہب کے ہاتھ تباہ ہوئے اور وہ خود بھی تباہ ہؤا اس کی کمائی اور دولت اس کے کسی کام نہیں آئی

اوراس کی بیوی ایندھن اٹھائے پھرنے والی کی گردن میں رسی ہے کھجور کی چھال کی‘‘۔

فرماتا ہے:

﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْداً ٥وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُوْداً ﴾[المدثر:۱۱۔۱۲]

’’رہنے دو مجھے اور جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا ہے اوراس کو میں نے بہت سامال دیا ہے‘‘۔

کئی آیات کے بعد فرمایا ہے:

﴿سَاُصْلِیْهِ سَقَر ﴾[المدثر:۲۶]

’’میں عنقریب اسے جہنم میں ڈال دوں گا‘‘۔

ادھر ابولہب کا ذکر نہیں‘ اس میں ابولہب اوراس کی بیوی کا ذکر ہے کہ یہ اکیلا جہنم میں جائے گا اوراس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تکذیب وکفر پراس وقت تک قائم رہے جب تک ہلاک نہ ہو گئے۔

اللہ کا یہ بھی فرمان ہے:

﴿ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ ﴾[الحجر:۹۵]

’’ہم استہزاء کرنے والوں سے آپ کیلیے کفایت کریں گے‘‘۔

اللہ نے آپ کے لیے ان لوگوں سے کفایت کرلیا ورانہیں مختلف عذابوں میں مبتلا کر دیا جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں تفصیلات موجود ہیں۔ جب کفار کے روٴسا کا ذکر کیا تو فرمایا:

﴿ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِنَ الْاَحْزَابِ ﴾(ص:۱۱)

’’وہاں گروہوں میں سے ایک لشکر ہے شکست کھایا ہوا‘‘۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’انہیں رہنے دو باتیں کرنے دو یہاں تک کہ اس دن سے ملاقات کرلیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے‘‘۔

جیسا اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا ویسا ہی ہوا۔

فصل

قرآن کی دی ہوئی خبروں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمام انسانوں اور جنات کو چیلنج دیا ہے کہ اس طرح کا قرآن بنالیں یا دس سورتیں یا ایک ہی سورت بنا کر لے آئیں مگر وہ اب تک نہیں لا سکے۔ اگرچہ ایک دوسرے کی (اس کام میں) مدد کرتے رہیں۔ وہ اب تک ایسا نہیں کر سکے ہیں اور نہ آئندہ کرسکیں گے۔ اگرچہ قرآن کے دشمنوں کی تعداد بھی زیادہ ہے اور عداوت بھی شدید ہے' ان کی شدید خواہش بھی ہے کہ اللہ کے دین کے اس نور کو بجھادیں اور جو دین جناب محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں اسے ختم کردیں۔ قرآن کے نزول کے وقت سے لے کر تا قیامت یہ چیلنج برقرار ہے۔ تمام انسان اس چیلنج کو قبول کرنے سے انتہائی عاجز ولاچار ہیں۔ کچھ خود پسند قسم کے لوگوں نے قرآن کا مقابلہ کرنے اس جیسا قرآن بنانے کی کوشش کی تھی مگر ان کی علمی قابلیت سب کے سامنے اس طرح واضح ہوکر آئی کہ وہ صاحبان عقل وبصیرت کی نگاہوں میں مضحکہ وتماشہ بن گئی۔ اسی طرح قرآن نے یہ بھی خبر دی تھی کہ یہود کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہے۔

﴿ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَا اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ0 وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ﴾

[البقرة:٩٤-٩٥]

''اے رسول ان (یہود سے) کہدو کہ اگر آخرت صرف تمہارے لیے مخصوص ہے دیگر لوگوں کے بجائے کہہ دوتو پھر تم موت کی تمنا کرو اگر اس دعوے میں سچے ہو؟ یہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے اپنے سابقہ کرتوتوں کی وجہ سے''۔

توانہوں نے ایسا نہیں کیا جب انہیں چیلنج کیا گیا تھا اور نصاریٰ نے جب خود کو اسلام سے بہتر سمجھا اور

اسلام کا انکار کیا اس سے بغض رکھا تو اللہ نے انہیں مباہلہ کا چیلنج کیا۔ فرمایا:

﴿ فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ کُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَائَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ﴾[آل عمران:٦١]

''جو آپ سے علم آنے کے بعد بھی جھگڑتا ہے تو آپ ان سے کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم خود بھی آئیں اور تم بھی آ جاؤ پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحِ O وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهَ اَفْوَاجاً O فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهُ کَانَ تَوَّابًاO﴾ [الفتح:١-٣]

''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے اور آپ دیکھ لیں کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور اس سے استغفار کریں، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے''۔

اللہ نے رسول کی زبان قرآن میں اس بات کی خبر دی کہ ایسا ہوگا اور وہی ہوا۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر O فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ O اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ O﴾ [الکوثر:١-٣]

''ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے، اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں، بے شک آپ کا دشمن لاوارث اور بے نام ونشان ہے''۔

یعنی اس کا کبھی اچھے الفاظ میں ذکر نہیں ہوگا' ہر قسم کی بھلائی سے وہ محروم ہے' اس کا انجام برا ہے۔
جیسا بتایا گیا تھا ویسا ہی ہوا۔
اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾[الاسراء:٨١]
''حق آ گیا باطل مٹ گیا' باطل ہوتا ہی مٹنے کے لیے ہے''۔

فرماتا ہے:

﴿ وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْراً ﴾ [الاسراء:٨٠]
''کہہ و میرے رب مجھے سچائی کے ساتھ داخل کر دے اور سچائی کے ساتھ نکال اور میرے لیے اپنی طرف سے مدد کرنے والا غلبہ یا دلیل عطا فرما دے''۔

فرماتا ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾[الحجر:٩]
''ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

حفاظت سے مراد اس کے معانی والفاظ دونوں قسم کی حفاظت مراد ہے۔اور یہ بھی مراد ہے کہ اس میں کہیں سے بھی باطل شامل نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے اور سب نے دیکھ لیا ہے۔

فرماتا ہے:

﴿ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكَافِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلاَیَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لاَ ئِمٍ ﴾[المائدة:٥٤]

''ایمان والو تم میں سے اگر کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو اللہ ایسی قوم لے آئیگا جو اس سے محبت کرے گی اور اللہ ان سے محبت کرے گا مومنوں کے لیے نرم خو۔ کافروں کے لیے سخت۔ اس کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے''۔

ایسا ہی ہوا بھی۔

فصل

ان خبروں میں سے یہ بھی ہے:

﴿ وَآيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنَ 0 وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴾[يس: ٤١-٤٢]

''ان کے لیے نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سواری کرتے ہیں''۔

مزید فرمایا:

﴿ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

[النحل:٨]

''اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت ہیں اور وہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے''۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ نے پیدا کی جنہیں انسان جانتا ہے یا نہیں جانتا اور آئے روز جو ذرائع حمل ونقل وجود میں آرہے ہیں بحری، بری اور فضائی ذرائع سفر اور الیکٹرونک مصنوعات مقناطیسی آلات جو دور دراز علاقوں سے آوازوں، روشنی اور صنعتی ترقی میں معاون دیگر اشیاء کو منتقل کرتے ہیں۔ ہر چھوٹی بڑی چیز جو ایجاد ہو رہی ہے وہ اس جیسی آیات کے زمرے میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِيۡدَ فِيۡهِ بَاۡسٌ شَدِيۡدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾[حدید:۲۵]

''ہم نے لوہا نازل کیا ہے جس میں سخت جنگ (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے دیگر فوائد ہیں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَالَمۡ يَعۡلَمۡ ﴾[اقراء:٤]

''انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا''۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴾[الصافات:٩٦]

''اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو (اسے بھی)''۔

قرآن نے ان چیزوں کے خصوصی نام اس لیے ذکر نہیں کیے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا بلکہ نقصان تھا اس لیے کہ (جس وقت قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت) لوگوں نے یہ چیزیں نہیں دیکھی تھیں۔ لہٰذا ممکن تھا کہ لوگ ان کو نہ مانتے تکذیب کر دیتے اس لیے کہ جو چیز انہوں نے دیکھی نہیں تھی اس کی تصدیق کیسے کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا جَعَلۡنَا الرُّؤۡيَا الَّتِيۡ اَرَيۡنَاكَ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الۡمَلۡعُوۡنَةَ فِي الۡقُرۡآنِ ﴾[اسراء:٦٠]

''جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا انہیں ہم نے صرف لوگوں کے لیے آزمائش بنایا اور قرآن میں جو شجر ملعونہ (قرار دیا گیا) ہے''۔

یعنی اسراء ومعراج کا ذکر اور جہنم میں جو درخت ہے جس کی جڑ جہنم کی تہ میں ہے' یہ سب کچھ آزمائش تھا' حالانکہ یہ معجزات میں سے ہے اور غیب کی خبریں ہیں اور لوگوں میں جو کچھ معروف ہے اس کے مخالف ہے۔ایسے لوگوں کو جوان باتوں کو نہیں مانتے تھے اگر بتایا جاتا کہ ایسا وقت آئے گا کہ لوگ ہواؤں میں اڑیں گے' سمندروں کی تہ میں جائیں گے' مشرق ومغرب میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے بات کرسکیں گے وغیرہ' تو یہ بات سن کروہ لوگ ان کی تکذیب کرتے اس لیے اللہ نے ایسے جامع الفاظ ذکر کردیئے کہ قیامت تک ایجاد ہونے والی تمام اشیاء ان میں شامل ہوگئیں۔جب ان میں کوئی بھی چیز ایجاد ہوتی ہے تو مومنوں کے ایمان میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔اور اسلام وقرآن کے مخالفین پر دلیل بن جاتی ہے۔دنیا کے بارے میں لوگوں کی معلومات جتنی بڑھتی جائیں گی' علم طبعیات میں جتنی ترقی ہوگی اللہ کی حکمت کی باریکیاں اور اس کی قدرت کی عظمت واضح سے واضح تر ہوتی چلی جائے گی۔ اس کے متوازن نظام تخلیق کا حسن مخلوق کے لیے اس کی تدبیر اور پھر ان کے بارے میں صحیح خبر دینے کا یقین ہوتا جائے گا۔البتہ شک میں مبتلا لوگ سرکشی اور دین سے دوری میں ہی مبتلا رہیں گے۔ یہ سب کچھ اللہ کی نشانیاں ہیں۔جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے سائنسی علوم اور نت نئ چیزیں ایجاد کرنے اور دنیاوی معلومات میں بہت زیادہ مہارت اور بہت معلومات حاصل کرلی ہیں مگر اس کے باوجود سب سے زیادہ واضح چیز سب سے اہم معلومات تک اپنی عقل کے ذریعے رہنمائی حاصل کیوں نہیں کرسکے۔ میری مراد ہے اللہ کے اسماء وصفات کی معرفت' اللہ کے دین اور اس کے رسول کے بارے میں معلومات' اللہ کے ظاہری وباطنی عبودیت کی معرفت حاصل کرنا یہ ایسی معلومات ومعارف ہیں کہ ان کی تمام معلومات ان کے بغیر اوران کے مقابلے پر ہیچ ہیں۔ان کے یہ تمام سائنسی علوم ومعارف ان مذکورہ معلومات تک رسائی کا صرف ذریعہ ہی قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

سچ فرمایا ہے اللہ نے:

﴿ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِراً مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ ﴾[الروم:٧]

''یہ لوگ دنیا کی ظاہری معلومات سے واقف ہیں مگر آخرت سے غافل ہیں''۔

یہ سائنسی علوم دینی علوم کی حقیقت تک رسائی کا صرف ذریعہ تھے مگر ہوا یہ کہ یہ سائنسدان اور موجد تکبر اور غرور میں ایسے مبتلا ہوگئے کہ رسولوں کی تکذیب وتحقیر کرنے لگ گئے حالانکہ ان کے علوم کا نتیجہ صرف یہی نکلتا ہے کہ تمام امور ومعاملات کا مالک اللہ ہے جس نے اللہ ورسول کے مقابلے پر تکبر کیا اور اپنی عقل کو ہی سب کچھ سمجھ لیا وہ اپنی نفس اور عقل کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اپنی عقل وعلوم سے صرف معمولی دنیاوی فوائد ہی حاصل کر پاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كُلَّمَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَاكَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِؤُنَ ﴾[الغافر:٨٣]

''جب ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے آئے تو یہ اپنے علم پر ناز کرنے لگے ان پر وہ (عذاب) نازل ہوگیا جس کا یہ مذاق اڑاتے تھے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ هُوَالْقَادِرُعَلٰى اَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْيَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأسَ بَعْضٍ ﴾[الانعام:٦٥]

''کہدو کہ وہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر عذاب نازل کردے اوپر سے نیچے سے یا تمہیں گروہ گروہ بنا کر ایک دوسرے سے سزا وعذاب دلوادے''۔

اوپر سے عذاب تباہ کن بم اور میزائل اور کیمیائی گیس بھی ہے۔ نیچے سے عذاب جیسے ڈائنا مائیٹ اور بارودی سرنگ وغیرہ بھی ہوسکتے ہیں۔ ہم یہاں ایک اور بہت بڑی نشانی پیش کرتے ہیں جو توحیدٗ قیامت اور امور غیب کے بارے میں اللہ اور رسول کی دی ہوئی خبر کی مصداق ہے اور اس میں بے دین مادہ پرست دین کو جھٹلانے والوں کو لا جواب کر دیا گیا ہے۔

بجلی اسکا استعمال اور نتائج

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾

[فصلت:٥٣]

''عنقریب ہم انہیں آفاق اوران کی جانوں میں نشانیاں دکھادیں گے تاکہ ان کو معلوم ہوجائے کہ یہ (دین) حق ہے۔

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

﴿ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ﴾[اقرأ:٤]

''انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا''۔

بجلی کی حقیقت' اس کے یہ بڑے بڑے نتائج اور اس کے بے شمار فوائد پردۂ اخفا میں تھے۔ گزشتہ زمانے میں ان تک کسی انسان کی رسائی نہیں تھی یہاں تک کہ جب سائنسی علوم میں انسانوں نے ترقی کر لی اور دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرلیں تو وہ اس عظیم علم اور قیمتی خزانے تک پہنچ گئے۔ یعنی زمین کے مادے سے' پانی' گیس وغیرہ سے بجلی حاصل کرنا۔

اس علم میں انسانوں نے مکمل مہارت حاصل کرلی۔ اس کے فوائد واستعمال میں اضافہ کیا' اس کے حصول واستعمال کے اصول وقواعد مرتب کیے اس کی بنیاد پر مختلف صنعتیں اور ایجادات کا حصول ممکن بنایا۔ اس بجلی کے ذریعے روشنی اور آوازوں کو آنکھ کی حرکت سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ دور دراز مقامات تک پہنچایا۔ مسلسل بجلی کی مصنوعات اور فوائد میں اضافہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ ناقص العلم انسان کو اتنا کچھ علم اللہ نے دیدیا؟ اپنے ارادوں' قوت'

عمل اور دیگر احوال میں کمزور اور ناقص انسان کو اللہ نے ایسے ایسے علوم عطا فرما دیے کہ کسی انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا' تو کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اور ایک ہی نفخہ میں یہ کرسکتا ہے۔

﴿ مَاخَلْقُكُمْ وَلَابَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾[لقمان:٢٨]

''تمہیں (پہلی مرتبہ) پیدا کرنا اور دوبارہ (قبروں سے) اٹھانا ایک نفس (کے زندہ کرنے) کی طرح ہے''۔

رسولوں پر نازل ہونے والی کتب اور رسول خود بھی توحید' قیامت اور غیبی امور کو مختلف النوع دلائل وبراہین کے ذریعے ثابت کرتے رہے اور یہ ذرائع (کتب سماویہ وانبیاء کرام) علم یقین کے حصول کے لیے اعلیٰ درجے کے ذرائع ہیں' ان میں کسی بھی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔ رسولوں کے دشمنوں اور مخالفین کے پاس ان اعلیٰ تعلیمات وخبروں کو جھٹلانے اور رد کرنے کی کوئی دلیل نہیں تھی' سوائے اپنی ناقص عقول اور بے کار آراء کے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ کام جس طرح مخلوق کے لیے مشکل یا ناممکن ہے اسی طرح خالق کے لئے بھی مشکل وناممکن ہیں۔ صرف یہی ایک دلیل تھی ان کے پاس رسولوں کے لائے ہوئے دین کو اور ان کی غیب سے متعلق دی ہوئی خبروں کو رد کرنے کی۔ یہ مادہ پرست طبقہ ترقی میں مسلسل آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ ان کے خیالات وآراء کی طغیانی حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے رسولوں کے ادیان کو کلی طور پر خیر باد کہہ دیا۔ غیب کے امور سے متعلق انبیاء کی لائی ہو خبروں کو جھٹلا دیا ان میں بے دینی پھیل گئی اور اپنی ناقص عقول اور بے وقوفی پر مبنی آراء کی بنا پر رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو اس وجہ سے رد کر دیا کہ ان کے حواس کی ان تک رسائی نہ ہو سکی تھی تو اللہ نے یہ بہت بڑی نشانی ظاہر کر دی جو رسولوں کی لائی ہوئی خبروں اور وحی کی صداقت پر یقینی دلیل ہے اور وحی کے ذریعے سے دی ہوئی قیامت ودیگر امور غیب کی سچائی پر دلالت کرنے والی ہے۔ اس طرح معمولی سی عقل رکھنے والوں نے

بھی دیکھ لیا کہ رسول جو کچھ لائے اور قرآن میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ صریح حق ہے جس کی تصدیق دنیا میں موجود آفاقی نشانیاں کرتی ہیں۔ رسولوں کی تعلیمات یا دی ہوئی خبروں کو رد کرنے کے لیے ان کے پاس دلیل صرف ان کے محسوسات ومشاہدات ہوتے تھے اور رسول جو کچھ لاتے تھے وہ ان کے مزعومہ محسوسات کے مخالف ہوتا تو یہ اس کا انکار کر دیتے تھے۔ اس لیے کہ ان کا علم اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہوتا تھا۔ یہ نشانی ایسی ہے کہ اس نے ان کے تمام شبہات کو متزلزل کر دیا ان کے باطل نظریات کی جڑ اکھاڑ دی اور انہیں اپنی آراء ونظریات پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دیا اس حق کے سامنے یہ شکست کھا گئے جو منقول معقول اور محسوس ہر طرح سے غالب ہے۔ بجلی سے پیدا ہونے والی یہ اختراعات وایجادات ایسی ہیں کہ رسولوں نے ان جیسی یا ان سے کم یا زیادہ غیب کی خبریں دی ہیں مگر یہ گمراہ لوگ ہمیشہ ان خبروں کا تمسخر اڑاتے تھے رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے تو اللہ نے ان کو انسانوں کے ہاتھوں ہی ایسی نشانیاں دکھا دیں جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی تھیں۔

﴿ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾[اسراء: ٨١]

''حق آ گیا باطل اور مٹ گیا اور باطل ہوتا ہی مٹنے کے لیے ہے''۔

ان چیزوں کی وجہ سے مومنوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ جان لیتے ہیں کہ جو اللہ ایسے انسانوں کو جو ہر لحاظ سے کمزور ہیں اتنی قوت دے سکتا ہے کہ وہ اس طرح کی چیزیں ایجاد کر لیں تو وہ اللہ اس جیسے امور پر بہت زیادہ قدرت وطاقت رکھتا ہے اور اسے کوئی عاجز بھی نہیں کر سکتا نہ ہی کوئی چیز اس کی دسترس سے باہر ہو سکتی ہے۔ مومن یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ اللہ نے اور اس کے رسولوں نے جو بھی خبر دی ہیں وہ سب حق ہیں اللہ کی ذات بے مثل ہے وہ اعلیٰ وارفع ذات ہے۔ مخلوق میں جو بھی علوم ومعارف اور مہارت ہے وہ سب اللہ کا عطا کردہ ہے اور اللہ ایسے امور پر قادر ہے جن پر مخلوق کی قدرت نہیں ہے۔ اس طرح منکرین پر ایسی حجت قائم ہو جاتی ہے کہ اس سے انکار ممکن نہیں ہوتا اور ان لوگوں

نے رسولوں کو اگر جھٹلایا ہے تو یہ صرف تکبر وعناد کی بنا پر ہے دلیل کی بنیاد پر نہیں۔ان کے پاس رسولوں کو جھٹلانے کے لیے شبہ تک نہیں' چہ جائے کہ دلائل ہوں۔

جس ذات نے انسانوں کو اتنی طاقت دی ہے حالانکہ اللہ کی طاقت کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں' کیا وہ اللہ مردوں کو زندہ کرنے اولین وآخرین کو یکجا کرنے پر قادر نہیں ہے؟ ان کے جو اعضاء واجزاء علیحدہ علیحدہ ہیں ان کو اکٹھا کرنے میں ایک لمحے کی بھی دیر اس کو نہیں لگتی۔جہنمیوں اور جنتیوں کے درمیان جو بات چیت ہوگی پہلے لوگ اس کو ناممکن سمجھ کر انکار کرتے تھے اس لیے کہ جنت وجہنم میں فاصلہ بہت زیادہ ہے۔کیا اب ان کے پاس گنجائش باقی رہی ہے کہ وہ اس کا انکار کر دیں۔اس کے علاوہ بھی امور غیب کی خبریں ہیں جن کا ماننا ان جدید ایجادات نے منکرین کے لیے آسان بنایا ہے۔اگر چہ کچھ لوگ اب بھی نہ مانیں' انہیں کیا کہا جا سکتا ہے' ان کے بارے میں تو اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَةُ رَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ 0وَلَوْجَائَتْهُمْ کُلُّ آیَةٍ حَتّٰی یَرَوُ الْعَذَابَ الْاَلِیْم ﴾[یونس:٩٦-٩٧]

''جن لوگوں پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لاتے' اگر چہ ان کے پاس کوئی بھی نشانی یا دلیل آجائے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں''۔

مومن ان نشانیوں کو ایمان کی روشنی میں دیکھتا ہے اور ان سے ہدایت ورحمت اور یقین حاصل کرتا ہے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ 0وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلیٰ رِجْسِهِمْ ﴾[التوبة:١٢٤-١٢٥]

''جو لوگ مومن ہیں ان کے ایمان میں (یہ آیات) اضافہ کرتی ہیں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کے مرض میں مزید اضافہ کرتی ہیں''۔

فصل

قرآن کی دی ہوئی خبروں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ نے مخلوق کے لیے جو نظام بنایا ہے اور مسببات کے جو اسباب متعین کیے ہیں اور جزاء کا جو قانون کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ اچھائی کرنے والوں کو اچھا اور برائی کرنے والوں کو برا بدلہ ملے۔ اس قانون اور طریقے میں کسی قسم کی تبدیلی یا تغیر نہیں ہوتا۔ یہ قانون اللہ کی قابل تعریف حکمت کے تحت جاری ہے۔ اس کا مشاہدہ شریعت میں بھی کیا جاسکتا ہے اور مخلوق میں بھی اس قانون کے اجزاء کا مشاہدہ ہوسکتا ہے۔ کبھی کبھی اللہ اپنے معمول کے نظام کے اسباب میں تغیر وتبدیلی کرتا ہے، وہ بندوں کو بتانا چاہتا ہے کہ وہ قدرت وتصرف میں یکتا ہے اور تمام واقعات وحادثات اس کی مشیت وقدرت کے تابع ہیں اور انبیاء نے غیب کی جو خبریں دی ہیں وہ حق ہیں۔ ان انفرادی واقعات میں سے (جو اسباب میں تغیر کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں) انبیاء کے معجزات اور اولیاء کے کرامات ہیں مگر منکرین نے اللہ اور رسول ﷺ کی دی ہوئی ایسی خبروں کا انکار کیا اور اب ان جیسے کام خود کررہے ہیں۔ انہوں نے انسان کی قدرت وقوت کو تسلیم کرلیا مگر اللہ کی طاقت کو تسلیم نہیں کیا۔ حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے مگر معاملہ ان پر الٹ گیا اور اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا (یقین کی طرف حالانکہ) پہلے پہل وہ یقین نہیں کرتے تھے۔ اپنی عقول کی بناپر انہوں نے حق کو تسلیم کرنے سے تکبر کیا تو اللہ نے اس کی خاصیت اور حقیقی فضیلت سلب کرلی۔

فصل

غیب کی بڑی خبروں میں سے یہ بھی ہے کہ جواللہ اوراس کے رسول نے دی ہے اور قرآن میں بار بار اس کا اعادہ کیا ہے کہ انسانیت کی ہدایت ورہنمائی ان کی فلاح اور حقیقی سعادت کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ دین اسلام کی اتباع کی جائے' اس کی ہدایات وتعلیمات کواپنایا جائے۔ یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی بھی منصف مزاج شک نہیں کرسکتا' بلکہ یہ تو نظر آرہا ہے اور محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہ امت جب خلفائے راشدین کے دور میں اسلام کی تعلیمات اور تربیت پر کاربند تھی خواص وعوام دین پر عمل پیرا تھے تو اس امت کی دنیا اور دین دونوں صحیح تھے اور یہ عزت' قوت' عدل' رحم دلی اور دیگر انسانی صفات میں دنیا کے لیے مثال تھی۔ مگر جب انہوں نے اسلامی علمی وعملی رہنمائی کو ترک کردیا تب سے کمزوری سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ یہ پھر سے دین کی طرف لوٹ جائیں اس لیے کہ اس مہلک وسنگین بیماری کا علاج صرف دین اسلام کی ہدایات پر عمل کرنے میں ہی ہے (ایک طرف مسلمان ہیں جن کی یہ حالت ہے) دوسری طرف دیگر اقوام کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے اس دوران بہت زیادہ صنعتی وسائنسی ترقی کرلی۔ اس میں حیران ہونے کی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ تباہ کن ہتھیار ایجاد کرلیے۔ سیاسی استحکام حاصل کرلیا۔ علمی فنون میں ایسی مہارت حاصل کرلی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ ان علوم وفنون کے لئے انہوں نے سوائے ہلاکت وبربادی کے اور کچھ کام نہیں کیا یہاں تک کہ جس تہذیب پر وہ نازاں ہیں اور جسے وہ پوری دنیا پر تھوپنا چاہتے ہیں وہ صرف اور صرف تباہی اور بربادی لانے والی تہذیب ہے۔ ان کے ماہرین ودانشور حیران وپریشان ہیں کہ ان خطرات کو کیسے ختم کیا جائے؟ یہ ایسا خطرہ ہے جس کا کوئی توڑ' کوئی علاج ان کے پاس نہیں ہے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوا اس دین کو اپنایا جائے جو تمام ادیان کا نگراں ہے۔ جس میں ہر بھلائی واچھائی کی ضمانت موجود ہے' جو

کامیابی وکامرانی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔جس مادی قوت اور مادی فنون کی بنیاد پر دین حق پر نہ ہو وہ بہت بڑا خطرہ ہیں' اس کی برائی اور نقصان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ان اقوام کی حالت دیکھ کر ہماری اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔یہ بے مثل وبے نظیر مادی ترقی جو دین کی روح سے خالی ہے یہ ترقی نہیں ہے بلکہ حقیقت میں تنزلی' انحطاط اور پستی ہے' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' بلکہ یہ بدبختی اور لزاء ہے۔(اخلاق وتہذیب سے عاری ترقی کیا معنی رکھتی ہے) دنیا اس وقت ایسے خطرے سے دوچار ہے جس کی ہولنا کی صرف اللہ کو ہی معلوم ہے۔اللہ سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

..................﴿آمین﴾..................

فصل

اسلام کے دین حق ہونے اور دیگر ادیان کے باطل ہونے پر دلیل یہ بھی ہے کہ اسلام کی تعلیمات عالیہ اور تربیت فاضلہ نے کم سے کم مدت میں مختلف اقوام وقبائل کو یکجا کیا' دشمنوں کو باہم ملایا ان کے دلوں میں الفت پیدا کی'ان میں پائی جانے والی دوریاں ختم کر کے قربتیں پیدا کیں' یہاں تک کہ وہ آپس میں محبت کرنے والے بھائی بھائی بن گئے' دوست اور ساتھی بن گئے'ایک دوسرے کے معاون ومددگار بن گئے۔ اس دین اور عظیم نظریہ اور قرآن کی پھونکی ہوئی روح کی بنیاد پر انہوں نے بڑی بڑی سلطنتوں' باشاہوں اور حکمرانوں پر جب (ظلم کے خاتمے اور عدل کے نفاذ کے لیے) حملے کیے تو ان کی مضبوط سلطنتوں کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے وہ ممالک جو ظلم' زیادتی' سرکشی اور فسادات سے پر تھے ان میں عدل' امن وامان کا بول بالا کر دیا۔ قرآن کے مشاہداتی دلائل میں سے یہ بہت بڑی دلیل ہے اس کے ساتھ ساتھ اسلام ہر اس علم کے حصول کی دعوت دیتا ہے جو دنیا وآخرت میں مفید ہو۔ اسلام دعوت دیتا ہے اچھے اخلاق' ادب' اخلاص' بندوں کی خیر خواہی' وہ اللہ پر توکل' تمام مشکلات میں اس کی طرف توجہ دینے کی۔ اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرنے کی طرف۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے' سچائی' عدل وانصاف' حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی' فرائض کے علاوہ بھی اعمال کرنے' شجاعت' سخاوت' وعدہ پورا کرنے' معاملات کی درستگی' میانہ روی' درگزر' اولاد اور ماتحتوں کی اچھی تربیت کی دعوت دیتا ہے۔ ان تمام امور کے برعکس جتنے بھی کام یا عادات ہیں ان سے منع کرتا ہے۔ جو دین اس طرح کی تعلیم وتربیت کا حامل ہو وہی دین برحق ہوتا ہے۔

فصل

جو دلائل و براہین واقعات ومشاہدات کے مطابق ثابت ہو گئے ہیں ان میں سے یہ بھی ہیں کہ اللہ نے فرمایا تھا کہ یہ آیات صاحبان عقل صاحبان بصیرت یقین کرنے والوں کے لیے ہیں۔ بہت سی آیات ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ کامل عقل والے اور اعلیٰ بصیرت کے حامل افراد اپنی اپنی عقل اور بصیرت کی مقدار کے لحاظ سے قرآنی آیات سے ہدایت ورہنمائی حاصل کر سکیں گے۔ جس کی جتنی عقل ہوگی اتنا ہی وہ قرآن سے ہدایت حاصل کر سکے گا۔ ان آیات کو سامنے رکھ کر جب ہم غور کرتے ہیں اور تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ امت کے سب سے زیادہ ہدایت یافتہ اور دوسروں کی رہنمائی کرنے والے وہ افراد تھے جو سب سے زیادہ عقل والے تھے۔ صحیح رائے اور نقطہ نظر اپنانے والے صاحبان بصیرت تھے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اسلام کا کوئی اصولی یا فروعی مسئلہ ان معتبر افرد کے نزدیک غلط، کمزور، یا خلاف واقع قرار نہیں پایا۔ جس نے بھی دین کے ان دلائل و براہین میں عیب نکالا ہے جنہیں ان معتبر عقلاء نے صحیح قرار دیا تھا تو ثابت ہوا ہے کہ عیب نکالنے والے کے اپنے دین، عقل اور سمجھ میں کمی تھی یا اس کے ارادے ومقاصد صحیح نہیں تھے۔ اس بات کو اگر تفصیل سے سمجھنا ہو تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تصنیف ''**كتاب النقل والعقل**'' ملاحظہ فرمائیں، کس طرح انہوں نے عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ دین کے دلائل و براہین پر اعتراض کرنے اور ان میں عیوب تلاش کرنے والوں کی اپنی عقل کمزور ہوتی ہے۔

اور جس کو یہ لوگ عقلیات کہتے ہیں وہ جہل وگمراہی ہے اور اللہ نے مخلوق کو چیلنج کیا ہے کہ اس جیسی کتاب یا کوئی سورت بنا کر لے آئیں یہ چیلنج اب بھی برقرار ہے اور منکرین سے اب بھی یہ مطالبہ ہے کہ وہ قرآن کا کوئی بھی مسئلہ حق، عدل، صلاح، رحمت اور مملکت سے خارج ثابت کر دیں تب ان کے دعوے

کی سچائی ثابت ہو جائے گی۔ یہ دین تو قوموں کی ایسی حقیقی اصلاح کرتا ہے کہ دنیا کا کوئی دین یا مذہب نہیں کر سکتا۔ اللہ نے یہ دین مکمل کر دیا ہے اس میں کوئی عیب ونقص باقی نہیں رہا۔ نہ اس کے عقائد میں نہ اصول میں نہ اخلاق وآداب میں، نہ اعمال اور فوائد میں، نہ شرائع میں، نہ احکام میں نہ فیصلوں میں، نہ ظاہر میں نہ باطن میں۔ قوم میں اگر کوئی کمی یا زیادتی یا کوئی عیب پایا جاتا ہے تو وہ اس لیے کہ ان میں دین مکمل طور پر نافذ نہیں، انہوں نے دین کو صحیح طرح اپنایا نہیں ہے۔

اسلام کے یہ اصول آج بھی انسانیت کے لیے چیلنج ہیں کہ رسولوں کی لائی ہوئی شریعت ارو دین میں نقص وعیب ثابت کرنا محال وناممکن ہے۔ کسی بھی مسئلے میں کسی بھی لحاظ سے کوئی عیب ونقص نہیں ہے۔ اسمیں تمام محاسن ومنافع مکمل طور پر موجود ہیں اور ان کے اپنانے کا حکم ہے اور تمام قبائح ونقصان دہ امور اور مفاسد سے منع کیا گیا ہے۔ ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ عقلاء نے کسی بات کو صحیح تسلیم کیا ہو اور وہ دین کے اصولوں کے خلاف ہو۔ انسانیت کی رہنمائی وہدایت کے لیے جن قوانین کو قرآن نے بنیاد بنایا ہے ان میں ایسا کوئی قانون واصول نہیں جو عقلاء کے تسلیم شدہ اصولوں کے خلاف ہو۔

فصل

قرآن اور دین اسلام کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن نے خبر دی ہے کہ کتاب وسنت قلب' روح اور اخلاق میں کس کس طرح ہدایت ورہنمائی پیدا کرتے ہیں۔ اور مذکورہ امور (قلب' روح واخلاق کی درستگی) کی تکمیل صرف قرآن اور دین کی دی ہوئی ہدایت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔قرآن نے جوخبر دی تھی وہ سچ ثابت ہوئی اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔عقل وبصیرت کے حامل اس کی گواہی دیتے ہیں اور یہ عقلاء وصاحبان بصیرت کے حامل ہی دراصل سمجھدار' ذہین' سچے پرہیز گار اور صحیح علم کے مالک ہوتے ہیں ان کی معلومات صحیح ہوتی ہیں' یہ ذوق سلیم کے حامل ہوتے ہیں' ان کی گواہی عدل پر مبنی ہوتی ہے' یقین اور وجدان کی بنیاد پر ہوتی ہے' علم ویقین کے مطابق ہوتی ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلاَمِ ﴾[المائدۃ:١٦]

''اس قرآن کے ذریعے اللہ ان کو ہدایت دیتا سلامتی کی راہوں کی جو اس کی رضا کے طالب ہوتے ہیں''۔

دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِ يَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾[العنکبوت:٦٩]

''جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے''۔

جو بھی شخص اللہ کی رضا کا طلب گار ہو' اس کی معرفت اس کی اتباع تلاش کرتا ہو' اللہ اس کو سلامتی کی وہ راہیں دکھا دیتا ہے اس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے اس لیے کہ ان راہوں پر چلنے والے اللہ عزوجل تک رسائی حاصل کرتے ہیں ۔دونوں آیتوں میں جس ہدایت کا ذکر ہے اس سے مراد علمی

ہدایت بھی ہے یعنی ہر وہ علم جو صحیح اور نافع ہو اور ہدایت عملی بھی مراد ہے یعنی ظاہر و باطنی اصلاح کے طریق پر چلنا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [النحل:۹۷]

''جس نے بھی اچھا عمل کیا مرد ہو یا عورت' اور وہ مؤمن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی دیں گے اور ان کے اعمال کا بہترین اجر دیں گے''۔

پاکیزہ زندگی میں اصل تو یہ ہے کہ دل پاک ہو' خوش ہو' آرام میں ہو' اس میں قناعت اور اللہ کی رضا مندی ہو' یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس میں ایمان ہوتا ہے' عمل صالح ہوتا ہے' اس کو ایمان و عمل کے لحاظ سے یہ سب کچھ نصیب ہوتا ہے۔ اگر سچا مومن مشکل و تنگ زندگی اور بدتر حالات میں مبتلا ہو تو یہ حیات طیبہ (دلی اطمینان و سکون) اللہ کے وعدے کے مطابق اسے حاصل ہوگا' اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ اَلاَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب ﴾[الرعد:۲۸]

''اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے''۔

اس اطمینان کو جو ذکر اللہ سے حاصل ہوتا ہے اہل ایمان و احسان محسوس کرتے ہیں۔ یہ ایمان کی مٹھاس اور یقین کے حقائق ہوتے ہیں' اللہ سے انسیت اور اس اطاعت کے لیے انشراح قلب ہوتا ہے۔ وہ پاکیزہ احوال جو ان کے دلوں میں ایسی حلاوت پیدا کرتے ہیں جن کو اور کوئی محسوس نہیں کرسکتا۔ ان اہل حق و اہل یقین کے لیے یہ ذوقیہ اور وجدانیہ براہین ہوتے ہیں اور یہ عین الیقین سے زیادہ بلند پایہ

ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَــنْ يُّؤْمِن م بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ ﴾ [التغابن:١١]

''جو اللہ پر ایمان لائے گا اللہ اس کے دل کو ہدایت دے گا''۔

اللہ نے ان لوگوں کے دلوں کی ہدایت کا ذمہ لیا ہے جو صدق کے ساتھ ایمان لایا ہو۔انسان کا ایمان تقاضہ کرتا ہے کہ اوامر کو بجالایا جائے (اگر اوامر پر ایمان ہو) اور نواہی پر ایمان کا تضا ہے کہ ان سے گریز واجتناب کیا جائے۔اور اگر آرزا اور وخواہش کے بغیر کچھ درپیش آتا ہے تو اس کا تقاضہ ہے کہ اسے اللہ کی طرف سے مقدر کا لکھا سمجھ لیا جائے اس پر راضی ہوا جائے' اسے تسلیم کیا جائے' ان امور میں یہ ہدایت نامہ اس شخص میں دیکھا جاسکتا ہے جو سچا مومن ہو۔اہل بصارت وبصیرت پر یہ چیز مخفی نہیں ہے۔

فصل

غیب کے امور میں سے یہ بھی ہے کہ سنت متواترہ کے نصوص نے مستقبل کے امور کی خبر دی تھی اور وہ اس خبر کے مطابق وقوع پذیر ہو گئے ہیں اور بقیہ بھی رفتہ رفتہ وجود میں آ رہے ہیں اور جن امور کی خبر دی گئی ہے وہ ہو کر رہیں گے۔

آپ ﷺ نے خبر دی تھی کہ خلافت آپ کے بعد تیس سال تک رہے گی پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی جس میں خیر و شر صلاح و فساد دونوں ہوں گے۔ آپ نے خبر دی تھی کہ زمین مشرق تا مغرب آپ کو دکھا دی گئی کہ آپ کی امت کی عملداری کہاں کہاں تک پہنچ جائے گی۔ ایسا ہی ہوا کہ اسلامی فتوحات کا دائرہ مغرب کے آخری علاقوں اور مشرق میں چین کی سرحدوں تک پھیل گیا۔ آپ نے یہ بھی خبر دی تھی کہ اسلام کے شروع کے دور میں اور اس کے بعد فتنے ہوں گے اور یہ کہ بہترین زمانہ آپ کا ہے' اس کے بعد ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ علم' عمل اور ان کے اعمال کے نتائج سے یہ سب معلوم ہو جاتا ہے۔

آپ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ کی امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرنے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا امر نہ آ جائے۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ آپ نے خبر دی تھی کہ زنا' شراب خوری' ریشم' سونا' جہالت' قلت علم' بے حیائی' بے پردگی عام ہو جائے گی۔ دیگر اقوام مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں گی اور ایسے حملہ آور ہوں گے جیسے بھوکا آدمی کھانے کی پلیٹ پر حملہ کرتا ہے حالانکہ مسلمان کثیر تعداد میں ہوں گے مگر ان کی حیثیت سیلاب میں بہنے والے جھاگ کی ہوگی اس لیے کہ آپس میں متحد نہیں ہوں گے' ان میں باہم اختلاف اور دشمنیاں ہوں گی۔ غیروں کے آگے جھکنے والے ان کی غلامی کرنے والے ہوں گے' دین کی دی ہوئی رہنمائی اور اپنے اغراض حقیقی کو ترک کر چکے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی خبر دی

تھی کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ دوریاں ختم ہوں گی' یہ بھی سچ ثابت ہوا' کہ جدید ایجادات نے زماں ومکاں کے فاصلے سمیٹ دیے ہیں۔آپ ﷺ نے حج کی ادائیگی کے لیے مختلف ممالک کے میقات کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ ممالک اس وقت مسلمان نہیں تھے۔مگراس خبر میں یہ پیش گوئی تھی کہ یہ ممالک اسلام کے ماتحت ہوجائیں گے'فتح ہوں گے اوران کے باشندے مسلمان ہوں گے'حج کیا کریں گے۔آپ نے یہ بھی خبر دی تھی کہ قیصر وکسریٰ (روم فارس) شکست کھائیں گے اوران کے خزانے فی سبیل اللہ (عوام میں) تقسیم ہوں گے۔آپ ﷺ نے جھوٹے دعویدارانِ نبوت کی بھی خبر دی تھی کہ میرے بعد تیس جھوٹے نبی پیدا ہوں گے اور ایسا ہی ہوا۔آپ نے یہ بھی خبر دی تھی کہ مسلمانوں کی ترکوں سے جنگ ہوگی (اس وقت ترکی مسلمان نہیں تھا) اورآپ کی امت کے لوگ سمندر میں جہاد وقتال فی سبیل اللہ کریں گے۔یہ بھی آپ نے خبر دی ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی ایک کے سواسب جہنم میں جائیں گے۔یہاں امت سے مراد ہے امت اجابہ یعنی جنہوں نے رسول پاک کی رسالت اورآپ کی دعوت کو قبول کرلیا۔یہ بہتر فرقے بن گئے مگر بدعتی ہیں اوران میں سے ایک وہ ہے جو اہل سنت ہے' رسول کی شریعت وسنتوں کو تھامنے والا ہے۔

آپ نے خوارج کے ظہور کی بھی خبر دی تھی اور یہ بتایا تھا کہ یہ اسلام سے خارج ہوں گے۔ان کی کچھ صفات ونشانیاں بتائی تھیں جو ان کے احوال کے عین مطابق تھیں۔آپ نے یہ بھی خبر دی تھی کہ خیانت عام ہوجائے گی اور دیانتداری عنقا ہوجائے گی۔یہ بھی آپ نے خبر دی تھی کہ اسلام اجنبیت کی حالت میں شروع ہوا ہے اور پھر اسی حالت میں واپس آجائے گا۔یہ بھی خبر دی تھی کہ مسلمانوں اور یہود میں جنگ ہوگی جس میں بالآخر جیت مسلمانوں کی ہوگی۔اس جنگ کا آغاز ہوچکا ہے۔آپ نے یہ بھی بتایا تھا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دوبارہ جزیرہ عرب میں بے دینی اور بدامنی نہ آجائے اس کے بھی آثار نظر آنے لگے ہیں اور یہ ہوکر ہی رہے گا۔یہ بھی آپ ﷺ نے خبر دی تھی کہ

مرد کم ہو جائیں گے عورتیں زیادہ ہو جائیں گی' یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک آدمی ہوگا یہ بھی عالمی جنگوں کے نتیجے میں ہو چکا ہے۔

آپ نے یہ بھی بتایا تھا کہ آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جو چاروں طرف مال لٹائے گا اور اسکا شمار بھی نہیں رکھے گا۔ یہ بھی آپ نے خبر دی تھی کہ حجاز میں ایک آگ نمودار ہوگی جس میں بصرہ کے اونٹوں گردنیں آئیں گی' یہ بھی دوسوسال قبل ہو چکا ہے۔ آپ نے یہ بھی خبر دی تھی کہ آدمی سے اس کی جوتی کا تسمہ اور کوڑا بات کریں گے اور اس کی ایڑھی اس کو بتائے گی کہ اس کے جانے کے بعد گھر میں کیا ہوتا رہا؟ اب الیکٹرونک آلات اور ریڈیو' ٹیلیویژن' ٹیلی فون' موبائل وغیرہ نے یہ کام شروع کر دیا ہے کہ تمام حالات سے آدمی ہر وقت ہر جگہ باخبر رہتا ہے۔ اسی طرح کی دیگر خبریں احادیث صحیحہ میں موجود ہیں یہ سب رسول کی رسالت اور آپ کی صداقت کی دلیل ہیں۔

کچھ معجزات رسول کے ایسے بھی تھے جن کا مشاہدہ صحابہ کرام نے اپنی آنکھوں سے آپ کی زندگی میں ہی کیا تھا مثلاً شق قمر' جمادات' نباتات' اور حیوانات کا آپ سے بات کرنا' آپ کو سلام کرنا' آپ کی خاص وعام دعاؤں کی قبولیت' آپ کے چھونے سے کھانے پینے میں برکت کا پیدا ہونا کئی مقامات پر آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کا جاری ہونا وغیرہ۔ ان معجزات کے بارے میں بہت سی کتب تصنیف ہو چکی ہیں۔ جن میں ان تمام معجزات میں سے کچھ ایسے ہیں جن سے علم بدیہی یقین حاصل ہوتا ہے۔ یہاں ان کی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں ہے اصل مقصد ہے ان تمام دلائل کا ذکر کرنا جو قیامت تک کے لیے آپ کی رسالت پر دلیل ہیں تا کہ مومنوں کے لیے ذریعہ بصیرت اور معاندین پر حجت ہو۔

﴿ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ﴾[الانفال]

''جس نے ہلاک ہونا (گمراہ ہونا ہے) دلیل کے بعد ہو اور جو زندہ رہے (ہدایت پائے) دلیل کی بنیاد پر ہو''۔

فصل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿......وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلَ O لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ O ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْن ......﴾[الواقعہ:٤٤-٤٦]

''اگر اس نے ہم پر جھوٹی باتیں بنالیں تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑیں گے اور اس کی شہہ رگ کاٹ دیں گے''۔

یہ بھی نبی ﷺ کی رسالت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر اس نے اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کردی تو ہم اسے ہلاک کردیں گے۔ جب آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ میں جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میری شریعت کامل ترین شریعت جو سابقہ شریعتوں کی ناسخہ ونگران ہے اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ گمراہ ہے۔ اس دعوے کی وجہ سے دنیا میں رہنے والے عرب وعجم آپ کے دشمن بن گئے' مخالفت پر اتر آئے' آپ کے ساتھ قولی وفعلی جنگیں ومقابلے کیے' جہاں تک ہوسکا وہ دشمنی کرتے رہے اسمیں اپنی جانیں بھی تباہ کیں اور مال بھی' اس کے ساتھ ساتھ اللہ آپ کے قول وعمل کی تائید کرتا رہا' آپ کی مدد کرتا رہا' آپ کے دشمنوں کو رسوا اور کمزور کرتا رہا' یہاں تک کہ اس دنیا کو تمام ادیان پر غالب کردیا یہ عظیم الشان حالت اللہ کی طرف سے رسول کے لیے بہت بڑی دلیل تھی اور نظر آنے والی دلیل تھی۔ عقل اس بات کے اقرار پر مجبور ہوئی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' برحق ہیں۔ اللہ اپنی قدرت ورحمت کے ذریعے کسی جھوٹے آدمی کی تائید نہیں کرتا۔

اللہ نے آپ کی جو تائید ومدد کی ہے اس طرح کی تائید ومدد آپ سے پہلے یا بعد میں کسی کے لیے نہیں

کی۔آپ کی رسالت کی گواہی آفاقی نشانیاں بھی دیتی ہیں جن کا مشاہدہ امت کے اول وآخر تمام افراد نے کیا ہے۔ان کا مشاہدہ مخالفین نے بھی کیا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِیْدٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ﴾[الانعام:۱۹]

''ان سے کہہ دو کونسی چیز گواہی کے لحاظ سے بڑی ہے کہہ دو اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔''

یہ سب باتیں ان حالات کے علاوہ ہیں جو آپ کے اپنی قوم کے ساتھ' اپنے شہر والوں کے ساتھ رہے ہیں جو لوگ کہ آپ کی صداقت ودیانت میں اور دیگر صفات کمال میں شک نہیں کرتے تھے' ان صفات میں کوئی بھی شخص آپ کے برابر کیا قریب بھی نہیں پہنچ سکا تھا۔دعوائے نبوت سے پہلے وہ لوگ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات میں کوئی شک نہیں کرتے تھے' مگر جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا بلکہ اللہ کی آیات کا تکبر کی وجہ سے انکار کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاِنَّهُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِآیَاتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴾[الانعام:۳۳]

''یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلا رہے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں''۔

ان لوگوں کو خاص کر اور دیگر لوگوں کو عمومی طور پر اللہ نے رسول کے معجزات اور دین کے دلائل وبراہین قاطعہ دکھا دیے۔ان دلائل کی وجہ سے آپ کے جتنے مخالفین تھے ان کے مقابلے قولی وفعلی سب کمزور ہو گئے۔جبکہ آپ کے دلائل اپنی جگہ قائم ودائم ہیں۔زمین آسمان اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتے ہیں مگر یہ دلائل نہیں۔ہر قسم کے حالات میں ہر چیز میں تغیر وتبدل آ سکتا ہے مگر ان میں نہیں۔یہ ہر حال میں ایک ہی جگہ قائم رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَايَأْتُونَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْراً ﴾[الفرقان:۳۳]

''یہ آپ کے پاس جو بھی مثال لاتے ہیں ہم آپ کو حق اور بہترین تفسیر دے دیتے ہیں''۔

یہ بھی اللہ کی طرف سے رسول ﷺ کی صداقت اور رسالت کی دلیل ہے اور یہ دین جو اپنے الفاظ ومعانی کے لحاظ سے محفوظ ترین دین ہے اس کے لیے بھی یہ آیت دلیل ہے۔ جس طرح کتاب وسنت کے معانی کیلیے یہ ناممکن ہے کہ اپنے اوامر ونواہی میں وہ کسی جھوٹی خبر کے لیے دلیل بن جائے یا کسی خرابی کے لیے دلیل بن جائے یا حکمت' عدل اور رحمت کے خلاف دلیل بن جائے۔۔ جیسا کہ دین کے اصول وفروع کی تفصیلات سے ثابت ہو چکا ہے' اس طرح کتاب وسنت کے الفاظ بھی اس غلطی سے پاک ہیں حق پر دلالت کرتے ہیں اور اچھی طرح واضح الفاظ ہیں۔ مخلوق کے کلام میں اس طرح کا استحکام ومضبوطی نہیں ہوتی۔ یہ کلام ہر حال ہر زمان اور ہر مقام کے لیے موزوں ہے۔ جب بھی' جہاں بھی اس کے معانی ومفاہیم کو اچھے طریقے سے وضاحت کے ساتھ پیش کر دیے جائیں تو ان میں لوگوں کے کلام س معانی ومفاہیم کے لحاظ سے بہت ہی عظیم کلام ہے۔ اس جیسی وسعت وگہرائی مخلوق کے کلام میں نہیں پائی جاسکتی۔ مخلوق کے کلام میں باطل کا دخل ہوسکتا ہے جبکہ اللہ کا کلام باطل سے محفوظ ہے۔ اس میں وحدانیت' نبوت اور آخرت کے ایسے دلائل ہیں جو لوگوں کے کلام میں نہیں پائے جاسکتے۔ اس میں دین کے ایسے اصول ہیں جو یقین کا فائدہ دیتے ہیں۔ اس کے ثبوت کے لیے کتاب وسنت کا تتبع واستقراء کرنا چاہیے تا کہ لوگوں کے کلام اور اللہ کے کلام میں جو فرق ہے وہ سامنے آجائے اور لوگوں کے کلام کے تناقضات اور اختلاف کمی بیشی بھی معلوم ہو سکے۔

فصل

اسلام کے ان بڑے دلائل میں سے کہ جن کا انکار ممکن نہیں ہے، ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ دین اپنے اصول وفروع کے لحاظ سے محکم بھی ہے حکمت سے پُر بھی ہے، اس میں نہ کوئی عیب ہے نہ خرابی ہے، نہ اختلاف ہے نہ تناقض وتعارض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْراً ﴾[النساء:۸۲]

''کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے، اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے''۔

قرآن کی دی ہوئی مختلف اقسام کی خبریں:

اللہ کے اسماء وصفات اور افعال حمیدہ کے تذکرے میں غور کریں کہ کتنے اسالیب سے بیان کیے گئے ہیں مگر تمام معانی ومطالب میں ایسا توافق ہے کہ سب خبریں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ سب کے سب ایسی اکملیت پر دلالت کرتی ہیں کہ افکار انسانی اس کی حقیقت کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ زبانیں اس طرح کا انداز بیان نہیں اپنا سکیں۔ اللہ نے اپنی تعریف جس انداز سے کی ہے اور وہ صفات جس طرح بیان کی ہیں جو بندوں کو قابل تعریف بناتی ہیں۔ اسی طرح آخرت سے متعلق جو خبریں دی ہیں اس میں حساب، ثواب، عذاب اور جو مختلف قسم کے عذاب ونعمتیں ہوں گی اور انبیاء سابقہ کے جو واقعات اور خبریں بیان کی ہیں کوئی مختصر ہے کوئی تفصیل ہے، سب کے سب حسن، توافق، عدم تناقض وعدم اختلاف میں بے مثل ہیں، باہم مثل ہیں۔

﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلاً ﴾[النساء:١٢٢]

''اللہ سے زیادہ کون سچا ہوسکتا ہے باتوں میں''۔

اس طرح جب شریعت اسلامیہ کے ظاہری و باطنی اصول وفروع پر نظر ڈالی جائے تو یہ چیز واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ اسلام نے جن باتوں اور کاموں کا حکم دیا ہے وہ سب کے سب خیر' بھلائی' اصلاح قلوب' ارواح واصلاح ابدان پر مبنی ہیں' ان میں لوگوں کے فائدے اور اصلاح کے احکام ہیں اور اسلام نے جن باتوں سے یا کاموں سے منع کیا ہے ان میں ضرر وفساد ہی ہے۔ جب مصلحت ومفسدہ کا تعارض ہوتا ہے تو شارع اہم کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ سب سے بڑی دلیل اور نشانی ہے (دین کی حقانیت کی)۔ اگر دین اسلام کے ایک ایک مسئلے کا جائزہ لیا جائے تو اس میں یہ مستحکم اور مضبوط صفت پائی جائے گی یعنی انسانوں کی دنیاوی واخروی سعادت کا حصول اور بدبختی' نقصان وتکالیف سے نجات۔

اللہ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾
[المائدة:٥٠]

''کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں جبکہ اللہ سے بہتر حکم کون کرسکتا ہے۔یقین کرنے والی قوم کے لیے''۔

اگر اس بات کا ثبوت کسی کو درکار ہو تو اسے چاہیے کہ دنیا میں دیکھ لے اسلام کے مخالفین ہوں یا حمایتی' جس میں بھی اخلاق' آداب' تہذیب' عمل' علم' دنیاوی یا اور کسی قسم کی اصلاح وبہتری موجود ہے اس کا ماخذ وسرچشمہ کیا ہے؟ اس تک یہ اصلاح کیسے پہنچی؟ جب اس کی تحقیق کریں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ اس دین کامل دین اسلام سے اخذ شدہ ہیں۔ اگرچہ اسلام دشمنوں نے اس کو رنگ کچھ اور دیا ہے۔ اور اس کی ظاہری صورت تبدیل کرلی ہے تاکہ یہ کہہ سکیں کہ یہ اسلام سے ماخوذ نہیں ہے

جس طرح کہ نقصان، ضرر، فساد اور ظلم جیسی جتنی بھی خرابیاں ہیں اسلام ان سے بہت دور ہے۔ اور صرف خود دور نہیں بلکہ تمام انسانوں کو ان برائیوں سے اجتناب کی سخت تاکید کرتا ہے۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام نے ہر اس بات و عمل کا حکم دیا ہے جو عقائد، اخلاق اور آداب کی ترقی کا سبب ہو۔ یہ وہ صفات ہیں جن کی وجہ سے دل اور روح کی تکمیل ہوتی ہے اور سعادتِ کاملہ نصیب ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام ہر اس عمل کا حکم دیتا ہے جو قوموں کو مختلف علوم اور مفید اعمال میں ترقی پر لیجانے والا ہو، جو بھی نفع بخش اور خیر کا کام ہے دینی ہو یا دنیاوی، اسلام میں اس کا حکم موجود ہے۔ اس کی طرف رہنمائی و ترغیب دی گئی ہے کہ جس طرح بھی ہو اس خیر کو حاصل کرو جس نے بھی اس پر عمل کرلیا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوا اور ہر قسم کے شر و ضرر اور دنیوی و اخروی نقصان سے محفوظ رہا۔ جس نے ان دونوں باتوں سے بے رغبتی کی، انہیں ترک کیا وہ مکمل طور پر (دنیاوی روحانی) خسارے میں ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور جس نے صرف دنیاوی مادی ترقی پر توجہ دی اور حق صحیح دین کی طرف توجہ نہ دی، اس کے پاس مادی دولت جتنی بھی آجائے یہ اس کے لیے ضرر رساں ہے، جیسا کہ ان اقوام کی زندگی میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، جو صرف مادی ترقی کے طالب ہیں کہ ان پر کس طرح تباہیاں و بربادیاں آئی ہیں، جن کی مثال نہیں ملتی۔ یہ سب کچھ ان کے اعمال اور ان کے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا تھا۔ یہ قومیں ہر وقت دوسروں کو تباہ کرنے کی کوششوں میں لگی رہتی ہیں اور دوسروں کو خاص کر کمزوروں کو اپنا غلام بنانے کی سازشیں کرتی ہیں۔ وہ ان جنگوں کی تیاری کررہی ہیں جو ان کی اس چمک دمک والی مصنوعی تہذیب و تمدن کو تباہ کردیں گی، اس جھوٹی اور ناپائیدار تہذیب کو انہوں نے اپنے اقوال و افعال سے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ صلاحیت و صالحیت والی تہذیب ہے۔ حالانکہ یہ شر ہی شر ہے۔ اگر اس کی بنیاد دین پر استوار ہوتی، اس دین پر جو حق ہے جس کا نام دین اسلام ہے جو عدل، حکمت، اور رحمت کا دین ہے اس پر بنیاد ہوتی اور اللہ کی عبودیت پر ہوتی جس کے لیے اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے اور جو بڑی نعمتیں

اللہ نے دی ہیں ان سے استفادہ پر۔حقوق انسانیت کے احترام پر بنیاد ہوتی تو اس میں انسانی سعادت ہوتی، کامیابی ہوتی کسی قسم کا شر وضرر نہ ہوتا، اس کی وجہ سے اچھی دنیاوی پاکیزہ زندگی میسر آتی ہر قسم کے خطرات سے محفوظ وماموں زندگی ہوتی، ہر قسم کے خطرات جن کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے، ان سے محفوظ ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ ﴾[الشعراء:۲۲۷]

''عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس طرف وہ جا رہے ہیں''۔

فصل

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَاوَصّٰى بِهٖ نُوْحاً وَالَّذِىْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسىٰ وَعِيْسىٰ اَنْ اَقِيْمُو الدِّيْنَ﴾[الشوریٰ:١٣]

''تمہارے لیے وہ شریعت بنائی ہے جس کی تاکید نوح علیہ السلام کو کی تھی جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اس کی تاکید ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ علیہم السلام کو کی تھی وہ تھی کہ دین قائم کرو''۔

مزید فرماتا ہے:

﴿ قُوْلُوْا آمَنّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا ....وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾[البقرة:١٣٦]

''کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے' اور جو نازل ہوئی ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اور جو دی گئی موسیٰ' عیسیٰ اور دیگر نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے ہم اس اللہ کے لیے مسلمان ہیں''۔

جناب محمد ﷺ کی رسالت پر سب سے بڑی دلیل اور اس بات کی دلیل کہ آپ ﷺ کا دین حق ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تمام رسولوں پر اور انہیں اللہ کی طرف جو شریعتیں اور کتب دی گئیں ان سب پر ایمان لانے کا حکم دیا' اس کے ساتھ ساتھ اللہ کو مکمل اخلاص کے ساتھ تسلیم کرنے کا بھی حکم دیا۔ آپ کی' تمام انبیاء کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ آپ کی کتاب (قرآن) تمام کتب وشرائع پر نگران ہے' گواہ اور حکم ہے۔ ان کتابوں میں جو سچی خبریں (تحریف سے رہ گئی) تھیں ان کی تصدیق کی' جو شرائع

واصول دین جن پر تمام انبیاء متفق تھے انہیں برقرار رکھا' اس لیے کہ وہ ہر زمانے کے لیے منفعت بخش اور موافق تھے اور ایسے کلی اصول آپ لائے جن سے انسانوں کے تمام طبقات رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ قرآن اور یہ سنت اس کی مکمل ضمانت ہیں۔ محققین مصنفین نے تحقیق وجستجو کرنے کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ مکمل اصلاح کے ضامن اصول قرآن وسنت میں مذکور ہیں' کچھ تو نص میں مذکورہ ہیں' کچھ ایسے ہیں جن کے لیے اصول مقرر کر دیے ہیں جن کی بغیر اصلاح کا حصول ممکن ہی نہیں ہے۔ سمجھانے کے لیے مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ اس دین اسلام نے عقائد میں بہت بڑی اصلاح کی ہے کہ اللہ کی معرفت اتنی تفصیلی کروائی ہے کہ انسانی دل اللہ کی عظمت وجلالت شان سے معمور ہو جاتا ہے' اللہ کی محبت 'ایمان' یقین اور اخلاص سے بھر جاتا ہے۔ اس طرح اسلام نے اخلاق وآداب کو اپنے احکام کے ذریعے سے بہت سنوارا ہے۔ جیسے صبر' پاکدامنی' حیا' سخاوت' شجاعت' حسن اخلاق' درگزر احسان' صلہ رحمی' حقوق العباد' پڑوسیوں' دوستوں اور دیگر لوگوں کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ۔ اسی طرح کلی وجزئی احکام کی بھی اصلاح کی ہے' عدل وانصاف کا حکم دیا ہے ہر چھوٹے بڑے کمزور اور طاقت ور کے ساتھ انصاف کرنے اور ہر قسم کے ظلم سے منع کیا ہے۔ مجرمین ومفسدین کا قلع قمع کرنے کے لیے مناسب سزاؤں کا قانون رکھا ہے۔ ازدواجی وگھریلو زندگی کو صحیح ڈھب پر قائم رکھنے کے لیے حقوق وفرائض کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا ہے جن کے بغیر گھریلو سکون کا حصول ناممکن ہے۔

سیاست اور حکمرانی کے طور طریق کی اصلاح اس طرح کی ہے کہ شوریٰ کا نظام متعارف کروایا ہے' اس پر ترغیب دلائی ہے اور جن معاملات کے بگڑنے کا اندیشہ ہو انہیں اہل حل وعقد کی طرف لوٹانے کا حکم دیا ہے' تاکہ وہ ان میں غور کریں اور قابل قبول ومناسب حل نکال سکیں اور یہ فیصلہ کر سکیں کہ اس مسئلے کے مفید پہلو کون سے ہیں' کیسے اس میں سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں ضرر کے پہلو کون سے ہیں۔ اور اس ضرر سے کیسے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ دشمنوں کے مقابلے کے لیے

جہاں تک ممکن ہو تیاری کرو' دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہنے کے ذرائع اپناؤ' ان سے محتاط رہو' دشمن سے مقابلے میں قوت ایمانی اور توکل علی اللہ کو اپنائے رکھو' صبر اور حکمرانِ وقت کی اطاعت کرو (اولی الامر کی اطاعت) اس کے برعکس جتنے امور ہیں ان سے منع کیا ہے مثلاً آپس میں دشمنی کرنا' تفرقہ بازی کرنا' سستی' کمزوری' بزدلی' بہترین نظام حکومت کو خراب کرنا وغیرہ۔ اسلام نے حکم دیا ہے کہ ہر اہم کام میں دو باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو بلکہ انہیں لازم پکڑو پوری تیاری اور دیانتداری۔ معاہدے ایسے کیا کرو جن میں تحفظ اور دفاع کا سامان ہو۔ معاہدے اور وعدے پورے کرو۔ امانت میں خیانت مت کرو' ہر معاملے میں خاص ہو یا عام سچائی سے کام لیا کرو۔ اچھے کام کرنے والوں کو ان کا بدلہ پورا پورا دیا کرو۔ تمام امور میں اعتدال کا راستہ اختیار کرو۔ ان کے برعکس جتنے کام ہیں ان سے منع کیا گیا ہے۔ غلو' افراط' تفریط' اسراف' کنجوسی سے منع کیا ہے۔ کھانے پینے' لباس اور نکاح میں ہر حلال و پاکیزہ اور عمدہ کو حلال قرار دیا ہے' ہر ناپاک و خراب کو حرام قرار دیا ہے۔ اس دین اسلام میں جب کوئی غور کرنے والا غور کرے گا تو اس دین کے دلائل و براہین ظاہر ہوتے جائیں گے۔ اس کا نور ہدایت قوی اور زیادہ طاقتور ہوتا جائے گا اور مومنوں کا ایمان مضبوط ہوتا جائے گا' اس کے مقابلے پر جو کچھ ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو اس کا فساد' قباحت واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی بنیاد ایسے شبہات و ظنون اور خیالات پر رکھی گئی ہے جو کسی انسان کی کسی بھی طرح تسلی و تشفی نہیں کر سکتے۔ اس کی دی ہوئی خبریں جھوٹی اور اس کے احکام باطل ہوتے ہیں۔ حق اور باطل باہم متضاد اور ایک دوسرے کے نقیض ہیں' یہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور نہ ہی بیک وقت ایک جگہ سے رفع ہو سکتے ہیں۔ (دونوں میں سے ایک کی موجودگی لازمی ہوتی ہے)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَال ﴾[یونس:۳۲]

''حق کے بعد گمراہی کے علاوہ اور ہے کیا''۔

فرماتا ہے:

﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ ﴾[الانبیاء:۱۸]

''ہم حق کو باطل کے ساتھ ٹکراتے ہیں (حق باطل کا) سر کچل دیتا ہے''۔

اس نوع کا استدلال نبی کی لائی ہوئی شریعت کی صداقت پر معجزات ظاہرہ سے زیادہ بلیغ دلالت ہے۔ یہ ایسی دلیل ہے کہ عقلاء بھی اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کی طرف دعوت دینے میں نبی اور صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اوامر ونواہی کو ہی زیادہ بیان کرتے تھے جیسا کہ صحابہ کرام نے حبشہ کے بادشاہ کے سامنے استدلال کیا تھا کہ جب شاہ حبشہ نے پوچھا (کہ محمد کا دین کیا ہے) تو انہوں نے جواب دیا کہ محمد بت پرستی' فواحش' ظلم' قطع رحمی سے منع کرتے ہیں۔ ایک اللہ کی عبادت کا حکم کرتے ہیں' سچ بولنے کا' امانت کی ادائیگی' صلح رحمی' پڑوسی کے حقوق ادا کرنے اور اچھا پڑوسی بننے کا حکم دیتے ہیں' حرام اور خون خرابے سے منع کرتے ہیں' زکوٰۃ' نماز' روزہ کا حکم کرتے ہیں۔ شاہ حبش نے ان کی تصدیق کی اور آپ کی رسالت کا اعتراف کر کے ایمان لے آیا۔

اس طرح ہرقل جو اپنے وقت میں نصاریٰ کا بہت بڑا عالم تھا جب اس کے پاس رسول کا خط آیا جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی اس نے ابوسفیان بن حرب اور اس کے ساتھیوں سے پوچھا کہ محمد کی کیا صفات وعادات واخلاق ہیں؟ ابوسفیان نے اس کو جب آپ کی صفات مبارکہ سے آگاہ کیا تو اس نے اعتراف کیا کہ انبیاء کی صفات یہی ہوتی ہیں اور جس میں اس قسم کی صفات ہیں اس کا دین ضرور غالب ہوگا۔

ہرقل نے ابوسفیان کے جواب کے بعد کہا کہ میں نے تم سے جب محمد ﷺ کے نسب کے بارے میں پوچھا تھا تو تم نے کہا تھا کہ وہ اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے تو انبیاء ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اعلیٰ

خاندان کے' پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

تو تم نے نفی میں جواب دیا تھا تو میں سوچا کہ اگر دعویٰ پہلے بھی کسی نے کیا ہوتا تو یہ اس کی نقل میں ایسا کر رہا ہوتا۔

میں نے پوچھا تھا کہ کیا اس دعویٰ سے پہلے کبھی تم نے اسے جھوٹ بولتے دیکھا یا سنا تھا؟

تو تم نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا تھا تو میں سمجھ گیا کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ کے بارے میں بھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس کی تابعداری کرنے والے معززین واشراف ہیں یا کمزور وغریب؟

تم نے کہا تھا کہ کمزور وغریب لوگ تو میں سمجھ گیا تھا کہ (وہ رسول ہے) اس لیے کہ انبیاء کے متبعین کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں' شروع میں یہی لوگ انبیاء کی دعوت قبول کرتے ہیں اس لیے کہ انبیاء کی دعوت اشراف کے اغراض ومقاصد کے مخالف ہوتی ہے' اگر چہ بعد میں رسول کی طاقت مضبوط ہوجاتی ہے تو پھر اشراف کو بھی اتباع کرنی پڑتی ہے' جیسا کہ کہ انبیاء کی تاریخ سے ثابت ہے۔

میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس کے متبعین کم ہورہے ہیں یا بڑھ رہے ہیں؟ تم نے کہا تھا کہ وہ بڑھتے جارہے ہیں۔ ایمان کا معاملہ ایسے ہی تکمیل تک پہنچتا ہے۔

میں نے پوچھا تھا کہ اس کے دین میں شامل ہونے والوں میں سے کوئی شخص اس دین سے نفرت کی وجہ سے مرتد ہوا ہے؟

تم نے کہا تھا نہیں! ایمان کی یہی علامت ہوتی ہے کہ جب دل کے رگ رگ میں سما جائے تو پھر نکل نہیں سکتا۔ (اس واقعہ میں دیکھیں کہ علامات نبوت ایمان اور اہل ایمان میں اضافے کو قرار دیا گیا ہے۔ اور ایمان کی محبت' اہل ایمان کی محبت اور ایمان کو ہر چیز پر ترجیح دینا جب ایمان کی حلاوت اور اس کا نور دلوں میں پیوست ہوجائے۔) میں نے پوچھا تھا کہ کیا وہ محمد ﷺ وعدہ خلافی یا عہد شکنی

کرتا ہے؟

تم نے کہا تھا: نہیں! تو انبیاء کی یہی علامت ہے کہ وہ وعدہ خلافی وعہد شکنی نہیں کرتے۔

میں نے پوچھا تھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟

تم نے کہا تھا ایک اللہ کی عبادت کا جس میں کسی قسم کا شرک نہ ہو اور بت پرستی سے منع کرتا ہے، نماز سچائی اور پاکدامنی کا حکم کرتا ہے۔

ہرقل نے ان صفات کی وجہ سے پہچان لیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ واضح اور بلیغ دلیل یہی ہے۔ اسی طرح مصر کے بادشاہ نے رسول کی نبوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ اور اچھے افعال واعمال کے اپنانے اور برے اعمال کو ترک کرنے کی وجہ سے پہچانا تھا۔

فصل

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴾[الصافات:۳۷]

''بلکہ وہ (محمد ﷺ) حق لایا اور رسولوں کی تصدیق کی''۔

یہ بات متعدد آیات میں بیان کی گئی ہے یہ آپ کی رسالت کے بڑے دلائل میں سے ہے اس لیے کہ تمام نبوتوں کو علمی طریقے سے معلوم کرنا ممکن نہیں ہے جب تک کہ محمد کی نبوت کو تسلیم نہ کرلیا جائے۔ اگر ایک شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ایک نبی کا متبع ہے مثلاً موسی یا عیسیٰ یا کسی بھی نبی کا اوراس کے ساتھ ساتھ وہ محمد کی نبوت کو جھٹلاتا ہے تو اس سے پوچھا جاسکتا ہے کہ جس نبی کو تم ماننے کا دعویٰ کررہے ہو اس کی نبوت تم نے کیسے معلوم؟ کیسے ثابت کی؟

وہ اس نبی کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے جو بھی دلیل پیش کرے گا تو لازمی طور پر اسے محمد ﷺ کی نبوت کا اعتراف کرنا ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ میں جس نبی کو مانتا ہوں اس کی نبوت کو اس دلیل سے ثابت کرتا ہوں۔ مگر محمد ﷺ کی نبوت کو نہیں مانتا تو اس بات سے ثابت ہوگا کہ وہ محمد ﷺ سے عناد رکھتا ہے آپ کی مخالفت کرنا چاہتا ہے اور اپنی خواہش کا پیروہے۔ محمد ﷺ کی تکذیب دراصل اس نبی کی تکذیب ہے جس پر ایمان لانے کا یہ دعویٰ کرتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ میں نے موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت کو ان معجزات کی بنا پر تسلیم کیا ہے جو بنقل تواتر مجھ تک پہنچے ہیں تو جناب محمد ﷺ کے معجزات بڑے بھی ہیں اور ان کا تواتر بھی زیادہ ہے اور جو کتاب محمد ﷺ لائے ہیں وہ بہترین شریعت پر مبنی مکمل ترین کتاب ہے۔

موسیٰ کی شریعت عدل پر مبنی تھی اور عیسیٰ نے آکر فضل سے اس کی تکمیل کی جبکہ محمد ﷺ کی شریعت

میں عدل وفضل دونوں موجود ہیں۔اب جوبھی دلائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بھی دلیل بنیں گے۔اس طرح اہل کتاب جوبھی شبہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شریعت پروارد کریں گے وہ شبہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما کی رسالت پرزیادہ وارد ہوگا۔جوشخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پرایمان نہیں لاتا وہ کسی بھی نبی پرایمان نہیں لاتا۔اس کے ایمان کا دعویٰ عقلاً ونقلاً غلط ہے اس لیے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت نے دیگر انبیاء کی رسالت کی تصدیق کی ہے' تائید کی ہے انہیں ثابت کیا ہے۔اب فرع کو بغیر اصل کے ثابت کرنا محال ونا ممکن ہے۔

فصل

دیگرادیان نے عموماً اوراسلام نے خصوصاً امورغیب کی جوخبریں دی ہیں وہ ان ادیان کی سچائی کی دلیل ہیں۔ان خبروں سے لوگ عقائد' ایمان' یقین اوراخلاق کی اصلاح میں مدد لیتے ہیں۔ان میں سے کچھ خبریں ایسی ہیں جو یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں جیسے اللہ کے بارے میں' اس کی صفات کے بارے میں خبر' فرشتوں' جنات' یوم آخرت' جنت اور جہنم سے متعلق خبریں۔مخلوق پرفرض کیا گیا ہے کہ ان خبروں پر مکمل یقین رکھیں جو اللہ نے دی ہیں یا اس کے رسول نے دی ہیں' ان پر ہی توقف رکھیں' ان سے آگے نہ بڑھیں۔انہیں یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ وہ اشیاء کی حقیقت کو معلوم نہیں کرسکتے لہٰذا اس کے لیے تکلف نہ کریں۔انسان اس دارالابتداء میں ان چیزوں کی کنہ وحقیقت تک کسی بھی طرح رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔اللہ پر' کتب پر' رسل پر' ایمان تب ہی مکمل ہوگا جب ایمان بالغیب لایا جائے اور غیب کی جن باتوں کی خبر دی گئی ہے ان کو تسلیم کیا جائے چاہے وہ خبریں کتاب اللہ میں ہوں یا سنت رسول میں۔کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں غیب کی جتنی خبریں ہیں کہ انبیاء سے منقول دیگر تمام علوم میں اتنی خبریں نہیں ہیں۔ان خبروں پر توقف کرنا ان سے آگے نہ بڑھنا یہ مقصود کو حاصل کرنے کے لیے کافی ہے اور شریعت کو جانچنے پرکھنے کی تکلیف سے بھی نجات دینے والا ہے۔اگر یہ تمام اشیاء جو پردہ غیب میں

ہیں اگر اس دنیا میں لوگوں کو دکھا دی جائیں تو یہ عظیم مقصد فوت ہوجاتا اور وہ اختیاری ایمان کبھی بھی حاصل نہ ہوتا جس کا ثمرہ ابدی سعادت ہے۔ دنیا کے بارے میں انسانی معلومات جتنی بھی زیادہ ہوجائیں پھر بھی اس غیب کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کی جاسکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلاَ يُظْهِرُ عَلىٰ غَيْبِهِ اَحَدًO اِلَّا مَنِ ارْتَضىٰ مِن رَّسُوْلٍ ﴾

[الجن:٢٦-٢٧]

''غیب کا علم رکھتا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔الا یہ کہ وہ کسی رسول کو اس کام کے لیے منتخب کرلے''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبی امور انسانی محسوسات سے باہر ہیں اور عقل کے پاس ان تک رسائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہےبلکہ صرف شریعت کی خبر کو ہی تسلیم کرنا ہوتا ہے۔اس سے ہم یہ بھی جان لیتے ہیں کہ جس نے ان امورغیبی پر ایمان کے لیے یہ شرط لگالی کہ انہیں انسانی علم اور دنیاوی معلومات میں داخل کیا جانا چاہیے تو ایسا شخص فی الحقیقت انبیاء پر اور ان کو اللہ کی طرف سے دی ہوئی شریعت پر ایمان لانے والانہیں ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ دور حاضر کے جو علماء مادہ پرستوں کا ساتھ دے رہے ہیں اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ ہم امورغیب کو انسان کے حاصل کردہ علوم کے قریب کررہے ہیں۔ یہ علماء غلطی پر ہیں یہ بہانہ بھی ان کا غلط ہے۔اس لیے کہ مادہ پرست تو بغیر مادہ اور طبیعیات کے کسی چیز کو مانتا ہی نہیں، وہ تو اللہ، رسول اور یوم آخرت کو نہیں مانتے ان کے ساتھ توحید، رسالت اور آخرت کے بارے میں بات کرنی چاہیے اور یہ دلائل ان کو دینے چاہییں کہ انبیاء نے جو بھی خبر دی ہے اس کو سچ ماننا ضروری اور واجب ہے ورنہ تو مسلمانوں کو الٹا نقصان پہنچے گا۔معطّلہ کے ساتھ بحث کرنے کا فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔(اللہ کی صفات کے منکرین کو معطلہ کہتے ہیں) مومنوں کو یہ نقصان ہوگا کہ اللہ ملائکہ، کتب

اور رسولوں پر ایمان کمزور ہو جائے گا۔ جو شخص کہتا ہے کہ جب تک ان غیبی امور پر عقلی دلیل قائم نہ ہوگی اس وقت تک وہ انہیں تسلیم نہیں کر سکتا، تو یہ شخص انبیاء سے مستغنی ہونے کا دروازہ کھول رہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:

﴿ لَنْ نُؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ﴾[الانعام:۱۲۴]

''(کہتے ہیں کہ) ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں بھی رسولوں کی طرح علم نہ دیا جائے''۔

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنَاتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ﴾ [الغافر:۸۳]

''جب ان کے پاس رسول واضح دلائل لے کر آ گئے تو یہ اپنے علم پر ناز کرنے لگے، اترانے لگے''۔

چنانچہ ہر وہ شخص جو رسول پر مکمل ایمان نہیں لاتا چاہے اس کے پاس رسول کے فرمان کی تائید میں عقلی دلیل ہو یا نہ ہو تو اس شخص کا ایمان صحیح نہیں ہے۔ جہاں تک بات ہے منکرین معطلہ کی تو اس مسئلے میں ان کے ساتھ بحث مباحثہ کرنا اور امور غیب کی مثالیں مادی مثالوں کے مطابق کرنا یہ خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے، اس لیے کہ وہ اپنے انکار پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور یہ بحث کرنے والے سمجھتے ہیں کہ ہم دین کی مدد کر رہے ہیں حالانکہ یہ دین کو ان کے علوم کے تابع کر رہے ہیں حالانکہ ایسا کرنے والے سلف صالحین ار مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کر رہے ہیں جنہوں نے اس بات پر اجماع واتفاق کیا ہے کہ امور غیب میں صرف انہی خبروں پر اکتفا کرنا ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول نے دی ہیں اور ان پر یقین رکھنا ہوگا اور اللہ ورسول کی دی ہوئی خبر کے علاوہ کسی خارج کی معلومات کے ذریعے سے ان غیب کے امور کی حقیقت کو معلوم کرنے کا تکلف نہ کریں۔ اس معاملے میں کتاب وسنت کو بنیاد بنا کر علوم عقلیہ کو اس کے تابع رکھنا چاہیے اس طرح صحیح ایمان نصیب ہوگا اور یہ معلوم ہوگا کہ تمام علوم قرآن وسنت کے ماتحت ہیں اس کے مطابق ہیں۔ قرآن وسنت کبھی بھی صحیح علم کو رد نہیں کرتے نہ ہی کوئی صحیح علم

قرآن وسنت کے معارض ہوتا ہے بلکہ جتنے بھی صحیح تحفظات اور پختہ علوم ومعارف ہیں جن پر عقلاء کے عقول نے اتفاق کیا ہے وہ سب کے سب قرآن وسنت کے تابع ہیں ان کے مطابق ہیں۔ محققین نے ایک ایک مسئلے پر تحقیق کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہر صحیح تحقیق قرآن وسنت کے احکام ومعارف کے مطابق ہوتی ہے۔

(یعنی سائنسی تحقیقات جب صحیح ثابت ہوجائیں تو وہ قرآن وسنت کے مطابق ہوتی ہیں، معارض نہیں ہوتیں۔ اگر کہیں سائنسی تحقیقات اور قرآن وسنت میں تعارض ہوگا تو یا تو وہ تحقیق صحیح نہیں ہوگی یا قرآن وسنت کو صحیح طرح سمجھا نہیں گیا ہوگا، اللہ ورسول کی بات کا صحیح مفہوم اخذ نہیں کیا گیا ہوگا ورنہ کائنات اللہ کا فعل اور قرآن اللہ کا کلام ہے جو اس کائنات کو سمجھنے کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ اللہ کے قول اور فعل میں تضاد کیسے ہوسکتا ہے......؟)[مترجم]

جہالت کی انتہا یہ ہے کہ بہت سے مادہ پرست اللہ کے قانون اور کائنات میں کارفرما طریقے وسنۃ اللہ کو، جنہیں یہ طبعی قوانین کہتے ہیں، کو صرف مادی لحاظ سے پرکھتے ہیں یا اپنے ناقص ومحدود علم کے پیمانے پر ناپتے ہیں ان کے علم کا مبلغ ہے جو ہر تحقیق اور بار بار کے تجربات اور پھر اپنی ان تحقیقات کی بنا پر نہ کہ علمی طور پر انہوں نے معجزات انبیاء کی نفی کی ہے اور اللہ تعالیٰ جو اسباب نظام میں تبدیلی کرتا ہے اس کا بھی انکار کرتے ہیں۔ (اس لیے کہ یہ ان کی سمجھ سے بالاتر ہے) یہ جہالت کی سب سے بڑی قباحت ہے۔ حالانکہ تمام براہین یقینیہ اور کتب سماویہ اور محسوسات ومشاہدات جنکا انکار ممکن نہیں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ کے قوانین مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور تمام علوم علوی وسفلی، اللہ کے ارادے، حکمت اور وسیع علم کے تابع وماتحت ہیں اور مقادیر وحوادث اللہ کی مختلف حکمت کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

ان کے اسباب بعض انسانوں کی سمجھ میں نہیں آتے البتہ جن انسانوں کو اللہ اپنی رسالت کے لیے

منتخب کر لیتا ہے اور ان پر وحی نازل کرتا ہے وہ ان اسباب کو سمجھ پاتے ہیں کہ اللہ انہیں جتنا چاہتا ہے اتنا باخبر کر دیتا ہے۔ ان کو سمجھنے کے لیے وہ واقعات یاد رکھنے چاہییں جن میں ذکر ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے انبیاء کو مختلف مواقع پر جو عزت دی احترام دیا اور دنیاوی عذابوں اور مشکلات سے نجات دی اور ان کے دشمنوں کو عذابوں میں مبتلا کیا اس طرح انبیاء کے جتنے معجزات اور ان کی رسالت کے دلائل و براہین ہیں یہ اللہ کے قانین کا حصہ ہیں اور وہ ان قوانین سے الگ ہیں جو ساری دنیا میں رائج ہیں اور جن کے مطابق اعمال کے اثرات مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ دعا کو مقاصد کے حصول اور مصائب کے دفعیہ کا بہت بڑا سبب بنایا ہے۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ ٹھنڈی کر دی۔ موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور فرعون کو اسی دریا میں غرق کر دیا' جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں کوڑھ' گونگا پن' برص اور نابینا پن کا علاج کروایا۔ مردوں کو زندہ کروایا۔ نبی کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا' جمادات نے آپ سے بات کی اور دیگر بے شمار معجزات آپ کے ہاتھوں ظاہر ہوئے۔ یہ سب کچھ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے' وہ حکمت اور علم والا ہے جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو ﴿کن﴾ کہہ دیتا ہے وہ کام ہو جاتا ہے۔

فصل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّه لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الانبیاء:۲۵]

''ہم نے جو بھی رسول آپ سے قبل بھیجا ہے اسے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے سو میری عبادت کرو۔

مزید فرمایا:

﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ﴾

[النحل:۴۳/۴۴]

''اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے' (اور ہم نے رسول بھیجا) واضح دلائل اور کتب کے ساتھ''۔

ان کے علاوہ دیگر آیات بھی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو شرائع اور اصول لائے ہیں یہ وہی ہیں جو دیگر رسول بھی لائے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ برحق نبی ہیں اس لیے کہ سابقہ کتب ورسول اس بات پر متفق تھے کہ عبادت ایک اللہ کی ہونی چاہیے اور شرک سے اجتناب کرنا چاہیے اور دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے جس میں دین کو خالص کرنے' صدق' عدل' والدین سے اچھا سلوک' صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے اور ظلم' فواحش اور محرمات قولی وفعلی سے منع کیا گیا ہے ان کتب ورسولوں کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ تمام انبیاء بشر تھے' فرشتے نہیں تھے اور ان انبیاء کو ان کی امتوں کی طرف سے مختلف الزامات اور تکذیب وانکار کا سامنا کرنا پڑا۔ ان انبیاء کی دنیا وآخرت میں جتنی

اچھی نیکیاں ہیں وہ ان کے سردار اور امام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی ہیں۔ کتب سماویہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ انبیاء میں جو صفات موجود تھیں وہ جناب محمد ﷺ میں بدرجہ اتم ساری کی ساری موجود ہیں۔ اوران کتب میں نبی کی نبوت کی بشارتیں بتواتر موجود ہیں علماء نے یہ بشارتیں اور شہادتیں ان کے الفاظ ومعانی کے ساتھ نقل کی ہیں اور علماء راسخین کی کتب میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں یہاں تک کہ غیر مسلم مصنفین کے اعترافات وشہادتیں بھی کثیر تعداد میں ہیں (جن سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے ثبوت ملتے ہیں)۔

فصل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾[آل عمران: ۱۱۰]

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے''۔

نبی کی رسالت ونبوت اور آپ کے دین کے حق ہونے کی دلیل آپ کی امت کی وہ صفات ہیں جو اللہ نے اس امت کو بطور خاص عنایت فرما کر ان پر احسان عظیم کیا ہے اور اس امت کو ایسی فضیلت دی ہے جو کسی اور کو نہیں دی۔ جس نے بھی اقوام عالم کے حالات کا مطالعہ کیا ہے وہ سمجھ گیا ہوگا کہ امت محمد یہ عقل وفہم میں تمام امتوں سے آگے ہے علم ومعرفت اور بیان کے لحاظ سے بھی دیگر اقوام پر فوقیت رکھتی ہے' اللہ کے لیے اخلاص' اچھے ارادوں اور صدق وعدل کی جستجو میں بھی دیگر اقوام سے ممتاز ہے۔ تاریخ انسانی میں اس امت سے زیادہ کامل ترین امت نہیں گزری' نہ ہی ایسا دین کسی کو ملا ہے جو اس امت کے نبی جناب محمد ﷺ لائے ہیں۔ اللہ نے اس امت کو تمام معلومات فراہم کر رکھی ہیں جو انسان کو دستیاب ہو سکتی ہیں یا انسان جنہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ علوم ومعلومات کے حصول کا ذریعہ وحی

ہے اور جو وحی اس امت کے نبی پر آئی ہے وہ مکمل اور اکمل ترین وحی ہے اور علوم نبوی نے کوئی اصولی یا فرعی مسئلہ بیان کرنے میں کسی قسم کی کمی وکوتاہی نہیں کی' سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ انسان کو جس جس قانون اور شریعت کی ضرورت تھی اس نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔ معلومات حاصل کرنے کے ذرائع عقل' فطرت اور حس ہیں اور ان تینوں ذریعوں میں یہ امت مکمل ہے اور صحیح راہ پر ہے۔ اس امت کے تمام علوم مفید تحقیقات پر مبنی ہیں اور لوگوں کی ہدایت کے لیے ضروری ولازمی جو علوم ہیں وہ اس میں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس امت کے اخلاق فاضلہ' آداب عالیہ اور مناقب کاملہ اس کی بلند کرداری بھی اس کی خصوصیات وامتیازی صفات میں سے ہیں اور یہ سب کچھ انہیں ان کے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے ذریعے سے حاصل ہوا ہے۔ جس امت میں یہ اخلاق' علوم' اعمال اور اچھی صفات ہوں اس امت کا رسول اور دین حق ہی ہوگا دین اس کا سچا ہوگا اس لیے کہ یہ سب دین کے اثرات ہیں اور جس چیز کے اثرات اچھے ہوں وہ چیز خود بھی اچھی ہوتی ہے۔ قرون اولیٰ میں جب مسلمان ان صفات کے حامل تھے تو انہیں روحانی' اخلاقی' دینی اور دنیاوی ترقی حاصل تھی' تمام اقوام ان کے ماتحت تھیں اور یہ ماتحتی ظلم کے ذریعے سے نہیں' بلکہ عدل کے ساتھ تھی رحم وحکمت کے ساتھ تھی' اس میں لالچ' سختی' اور یہ بدنظمی نہیں تھی مگر جب دین سے حقیقی تعلق وتمسک ختم ہوا اور اختلاف رائے وتضادات اعمال شروع ہوئے تو اس کے بعد ان میں کمزوری آئی اور دیگر اقوام ان پر غالب آ گئیں۔ یہ بھی دین کی سچائی کی علامت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز میں مطلق ترقی' روحانی ومعنوی اور تابع بنانے کی قوت وہ ہے جو دین لے کر آیا ہے' جو علوم' ہدایت' رہنمائی اور ہر چیز کی اصلاح کی ضامن ہے۔ اگر دین ہوگا تو ہر معاملہ میں اصلاح وترقی ہوگی' دین نہیں ہوگا تو ہر چیز میں تنزل وضعف واقع ہوگا۔

فصل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾[الحجر:۹]

''ہم نے ہی ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

اس آیت میں قرآن کے الفاظ و معانی دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے اور یہ دین اسلام کے بہت بڑے دلائل و براہین میں سے ہے۔ جس حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے اس کی وجہ سے لوگوں میں اس کتاب کی قدر اس کے معانی اور احکام کلیہ کی اہمیت پیدا ہوئی ہے۔ قرآن کو سمجھ مسلمانوں نے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے، اس کے الفاظ اور معانی دونوں کو حفظ کیا ہے اور اتنی تعداد میں نزول سے لے کر اب تک حفظ کرتے آ رہے ہیں کہ لکھے ہوئے قرآن کی احتیاج سے مستغنی ہیں۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں نبی ﷺ نے فرمایا:

''میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ پر ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں کہ آپ سے لیٹے اور کھڑے پڑھے رہیں گے اور پانی بھی اسے نہیں دھو سکے گا''۔ (ضائع نہیں کر سکے گا)

مطلب یہ ہے کہ اگر پانی کے ذریعے سے اوراق و کاغذ سے مٹا بھی دیا جائے تو دلوں سے کبھی نہیں مٹ سکے گا۔ پہلے کتابوں کو اس طرح کا تحفظ نہیں ملا تھا۔ ان میں سے اگر کسی کتاب کا نسخہ غائب ہوا تو نقل کرنے کے لیے دوسرا دستیاب نہیں ہوتا تھا اس لیے کہ وہ سینوں میں محفوظ نہیں تھیں جبکہ قرآن سینوں میں محفوظ ہے اور متواتر نقل ہوتا آ رہا ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی و تغیر کر لے اور پھر وہ تبدیل شدہ آیت یا سورت مسلمان بچوں کے (حافظ بچوں) سامنے پڑھ دے تو وہ غلطی اور تبدیلی کی نشاندہی کر دیں گے اور اس غلطی کو ڈھونڈنے کے لیے انہیں دوسرے قرآن سے تقابل بھی

نہیں کرنا پڑے گا بلکہ اپنے حفظ کی بنا پر وہ غلطی پکڑ سکیں گے۔

مسلمانوں کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے پاس متصل اسانید ہیں جو ثقہ وعدول راویوں پر مشتمل ہے اور دین کے چھوٹے بڑے مسئلے ان اسانید پر جانچے جاتے ہیں۔ دین کے کلیات' ضروریات' واجبات' فرائض اور محرمات جو ہم تک ان اسانید کی بنیاد پر پہنچے ہیں وہ تواتر کے ساتھ آئے ہیں جن کا علم عالم جاہل' چھوٹے بڑے سب کو ہے۔ امت محمد کا اجماع حجۃ قاطعہ میں سے ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ روایات واحکام میں یہ امت ہمیشہ حق پر ہی اجماع کرتی ہے۔ اس امت میں ائمہ ہدایت اور اندھیروں کو روشن کرنے والے علماء' ربانیین کی اتنی تعداد ہے دیگر اقوام کے علوم ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان علماء کو اللہ نے مختلف علوم ومعلومات اور فنون سے آراستہ کیا ہے۔ ان علماء اخلاق علوم ومعلومات اور فنون سے آراستہ کیا ہے۔ یہ علماء اخلاق فاضلہ اور نفاس زکیہ کی حامل جامع کمالات ہستیاں ہیں۔

فصل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْل ﴾[الزمر:٦٢]

''اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ﴾[الطور:٣٥]

''یہ کسی اور چیز سے پیدا ہیں یا یہ خود خالق ہیں؟''۔

﴿ وَكُلَّ شَیْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَار ﴾[الرعد:٨]

''ہر چیز کو ہم نے واضح کتاب میں شمار کیا ہے''۔

وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِيْن O﴾[یس:١٢]

''ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے پر ہے''۔

تمام مخلوق سے زیادہ افضل اور زیادہ علم رکھنے والے فرشتوں نے کہا تھا۔

﴿سُبْحَانَكَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَاعَلَّمْتَنَا ﴾[البقرة:٢٣]

''(اے اللہ) تو پاک ہے ہمارے پاس صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں دیا ہے''۔

اس دین کی تکمیل، عظمت اور وسعت ہے کہ قرآن میں اللہ نے کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی، اس میں وہ تمام تفصیلات موجود ہیں جن کا ذکر گزشتہ سطور میں ہم نے کیا ہے جن میں علوم توحید، عقائد صحیحہ، اخلاق، آداب، الغرض ہر چیز مکمل و اکمل ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کاش! یہ بات ہوتی یا ایسی ہوتی یا ایسا نہ ہوتا۔ یہ قرآن حق کا علمبردار ہے، صداقت کا پرچارک ہے، اس کے مقابلے میں جو بھی آئے گا شکست کھائے گا۔ اس میں دائیں بائیں کہیں سے بھی باطل کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ یہ قابل تعریف حکمت والے کی طرف

سے نازل شدہ ہے۔اس دین میں جو کچھ ہے اسے صحیح علوم عقلی ونقلی اورحسی کسی بھی طرح رد نہیں کر سکتے۔ موجودہ دور میں علم ریاضی، سائنس اور ایجادات میں بہت وسعت وترقی ہوچکی ہے۔اہل فلسفہ میں بہت سے نظریات پھیل گئے ہیں۔کمیونسٹ لوگوں کی تعظیم اوران کی تقلید شروع ہوچکی ہے، ان کے نظریات کو اپنایا جارہا ہے جن کی بنیاد قیاسات، خیالات، اور تجربات پر ہے اوراکثر تجربات غلط ثابت ہوئے ہیں۔ یہ اپنے نظریات میں بھی مضطرب، حیران اور باہم متعارض ومتناقض ہیں، جو بھی ان کے نظریات سے واقف ہوتا ہے اسے تعجب وحیرانگی ہوتی ہے کہ وہ ان نظریات میں کتنے باہمی متعارض ومتناقض ہیں۔ جو بھی ان کے نظریات سے واقف ہوتا ہے اسے تعجب وحیرانگی ہوتی ہے کہ ان نظریات میں کتنا باہمی تعارض واضطراب ہے؟ ایک گروہ ایک رائے کا اظہار کرتا ہے دوسرا گروہ آتا ہے وہ اس کے برعکس نظریہ پیش کرتا ہے۔ پھر ایک اور گروہ آتا ہے وہ اس نظریے کو غلط کہتا ہے۔ان میں سے کوئی بھی گروہ ایک نظریے پر متفق نہیں ہے۔ان کا نظریہ جو بھی ہوتا ہے کتاب وسنت کے خلاف ہی ہوتا ہے۔ان معاملہ منکرین ملحدین کی علمی پہنچ صرف چند موجودات کی علتوں یا جنہیں یہ اسباب، مود یا اصول کہتے ہیں ان تک ہوتی ہے۔کافی سوچ تجربے، کوشش ومحنت کے بعد جب اس تک (اسباب وغیرہ) پہنچ جاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم نے تمام موجودات کی علتوں تک رسائی حاصل کرلی اوراب اس کے بعد کچھ باقی نہیں رہا۔اس وجہ سے انہوں نے خالق کا انکار کیا اور فطرت ان پر غالب آگئی یعنی ہر چیز کے وجود کا سبب انہوں نے فطرت کو قرار دیا۔اگر بغور جائزہ لیا جائے تو ریاضی، علوم فطرت وسائنس میں مہارت کے باوجود ان اشیاء میں ان کا صحیح علم صرف ان مخلوقات تک پہنچتا ہے جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے جو علوی وارضی علوم کا مالک ہے، اس نے مخلوق کو اتنے بہترین نظم وانتظام کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ اس کی گہرائی وحقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔اس اللہ کی حکمت میں جتنا غور کیا جائے تو اتنا ہی اس کے نظام کی خوبیاں آشکار ہوتی ہیں۔اگر اللہ کے نظام میں کیا جانے والا غور وفکر صحیح ہو تو انسان دیکھ لیتا ہے کہ اسباب

ومسببات، علل ومعلول کا کتنا بہترین ملاپ ہے اور یہ جان کر پھر انسان اللہ کے احکامات کے آگے خود بخود تابع ہو کر جھکتا جاتا ہے، اس کی عظمت کو تسلیم کر لیتا ہے اسی کو انکساری وخشوع کہتے ہیں، مگر یہ ایسے لوگ ہیں کہ جتنا جتنا نظام ہستی میں غور کرتے جاتے ہیں اتنے ہی سرکشی ودین سے دوری میں آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے حق سے روگردانی اور مخلوق کو حقارت سے دیکھا ہے۔ ان کے پاس جب رسول دلائل اور یقینی براہین لے کر آئے تو انہوں نے اپنے پاس موجود علم پر اترانا شروع کر دیا یعنی علم طبیعی پر جو کہ روح اور قلب پر اثر نہیں کرتا نہ ہی اخلاق کی پاکیزگی میں کوئی کردار ادا کرتا ہے۔ اس بے دینی کی طرف ان کے جانے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے علم پر ہی اکتفا کیا اور کچھ طبیعی معلومات جو انہوں نے حاصل کی تھیں انہیں کو سب کچھ سمجھ لیا اور خود کو ہی سب علوم کا ماہر تصور کر کے انبیاء کے لائے ہوئے علوم کو اہمیت نہیں دی یہ تو ان علوم کی بات ہے جو صحیح ہیں (سائنسی علوم) جہاں تک بات ہے ان کے نظریات کی جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں تو اللہ کا شکر ہے کہ اب تک یہ کسی ایک نظریے پر متفق نہیں ہو سکے ہیں۔ بلکہ ابھی تک یہ باہم مخالف ومتضاد نظریات کے حامل ہیں ایک دوسرے کے نظریات کا رد کرتے ہیں۔ ہر باطل کی یہی حالت ہوتی ہے۔

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَ هُمْ فَهُمْ فِيْ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾[ق:٥]

''انہوں نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا یہ بے ترتیب معاملے میں الجھے ہوئے ہیں''۔

جہاں تک بات ہے ان حقائق کا جن پر دین اسلام دلالت کرتا ہے تو وہ سب کے سب حق وسچ ہیں۔ اس طرح سے ثابت شدہ ہیں کہ کسی زمانے میں بھی ان میں تبدیلی یا ان میں شکوک وشبہات پیدا نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جب بھی انہیں سامنے لایا جائے گا انہیں پرکھا جائے گا اس کی حقانیت، نور اور برہان سے یہ ثابت ہو جائے گا۔ یہ اس ذات کے بیان کردہ حقائق ہیں جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ تمام صحیح تحقیقات دینِ اسلام کے ماتحت ہیں۔ (صحیح تحقیق جہاں بھی ہوگی اسے اسلام قبول کرتا ہے اور اس کی قدر وحوصلہ افزائی کرتا ہے)۔

فصل

شریعت اسلامی کے دلائل میں سے یہ بھی دلیل ہے کہ یہ ایسی شریعت ہے جو دنیا کے سامنے عدل وانصاف پیش کرتی ہے۔تمام حقوق، معاملات میں مکمل انصاف،اس کے ساتھ ساتھ احسان کی بھی ترغیب دیتی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾[الحجرات:۹]

''انصاف کرو،اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴾[شوریٰ:۳۹]

''اور جب پر ظلم ہوتا ہے تو یہ اس کا بدلہ لیتے ہیں''۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ ﴾[شوریٰ:۴۰]

''برائی کا بدلہ برائی اس کے مثل ہے اور جس نے معاف کردیا اور اصلاح کی اس کا جر اللہ پر ہے۔وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا''۔

فرماتا ہے:

﴿ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَاعَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيْلٍ ٥ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٥وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾[الشوریٰ:۴۱۔۴۳]

''جس نے ظلم ہونے کے بعد اس کا بدلہ لیا تو ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام کا راستہ ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد کرتے ہیں' ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے یقیناً یہ ہمت کے کاموں میں سے ایک کام ہے''۔

یہ شریعت بہترین ومتوازن شریعت ہے جس میں معافی' درگزر' صبر اور اصلاح کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور ان میں جو فضائل' محاسن اور خوبیاں ہیں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور انصاف کرنے والے سے ظلم کا الزام ختم کیا گیا ہے اور کسی کا جو حق ہے اس کی طرفداری وحمایت کی گئی ہے۔

پھر فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ﴾[البقرة:٢٣٧]

''آپس کی فضیلت وبزرگی کو فراموش مت کرو''۔

اس میں بندوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ فضیلت واحسان کو اپنے معاملات میں اہم مقام دیا کرو' انہیں اہمیت دیا کرو تاکہ اس کا نتیجہ بہتر آیا کرے۔ اور ان کے اخلاقی مراتب میں بھی اضافہ ہوتا رہے اور آپس کے تعلقات مضبوط ہوتے رہیں۔ اگر یقین کرنے والا دل اور سمجھنے والا ذہن ہو تو اللہ سے بہتر فیصلہ اور حکم کسی اور کا ہو ہی نہیں سکتا۔

فصل

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کی سیرت، آپ کا اخلاق، افعال وشریعت، آپ کے معجزات ہیں۔ امت کو دین سکھانا معجزہ ہے۔ آپ کی امت کے صالح لوگوں کی کرامات آپ کا معجزہ ہے، یہ تب ہی سمجھ میں آئے گا جب آپ کی زندگی ولادت تا نبوت کا مطالعہ کیا جائے اور پھر نبوت تا وفات تک کی زندگی پر غور کیا جائے اور آپ کے خاندان، اور تعلقات وغیرہ پر نظر ڈالی جائے۔ آپ روئے زمین پر سب موجود خاندانوں میں سب سے معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے تھے جن کی اولاد میں نبوت اور کتاب چلی آ رہی تھی ابراہیم کے بعد جو بھی نبی آیا وہ ان کی اولاد میں ہی آیا۔ ان کے دو بیٹے تھے اسحاق اور اسماعیل، تورات میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اور اس میں اسماعیل کی اولاد میں نبوت کو خوشخبری موجود ہے۔ ابراہیم نے دعا کی تھی کہ اسماعیل کی اولاد میں نبوت ہو۔ پھر آپ ﷺ کا قبیلہ قریش بہترین قبیلہ تھا جو ابراہیم کی اولاد میں سے تھا پھر قریش میں سے بہترین خاندان بنو ہاشم کا تھا۔ آپ ﷺ کی جائے پیدائش مکہ کو ام القریٰ کہا گیا ہے۔ (معزز ترین شہر) جس کو ابراہیم نے تعمیر کیا اور یہاں حج کرنے کے لیے دنیا بھر کے لوگوں کو دعوت دی۔ اور تب سے آج تک یہ حج کا مقام چلا آ رہا ہے۔ انبیاء کی کتب میں اس کا تذکرہ بڑے اچھے الفاظ میں ملتا ہے۔ جناب محمد ﷺ تربیت کے لحاظ سے، نیکی، عدل، صداقت، اچھے اخلاق کے لحاظ سے مکمل ترین انسان تھے۔ فواحش، ظلم اور ہر قسم کی مذموم عادت سے کوسوں دور تھے۔ کافر اور آپ پر ایمان لانے والے سبھی آپ کی ان صفات کے معترف تھے۔ آپ میں کوئی عیب کسی نے نہیں نکالا، نہ آپ کے اقوال میں نہ افعال، میں نہ اخلاق میں، نہ آپ نے کبھی جھوٹ بولا، نہ ظلم کیا، نہ فحش کام یا کلام کیا۔ آپ کی سیرت وصورت دونوں مکمل، اکمل اور بہترین تمام محاسن کا مجموعہ تھیں۔ آپ امی تھے اور امی قوم سے تعلق

رکھتے تھے۔آپ اور آپ کی قوم وہ کچھ نہیں جانتی تھی جو اہلِ تورات واہل انجیل جانتے تھے' نہ ہی دیگر علوم سے آپ کی واقفیت تھی نہ اہل علم کے ساتھ آپ کا اٹھنا بیٹھنا تھا' نہ ہی دعویٰ نبوت کیا تھا جب تک کہ آپ کی عمر چالیس سال تک نہ پہنچ گئی۔ چالیس سال کی عمر میں پہنچ کر آپ نے ایسا تعجب خیز اور عظیم کام کر دیا اور ایسا کلام پیش کیا کہ اس سے پہلے کسی نے نہ سنا تھا' نہ بعد میں کوئی پیش کر سکا۔ایسی باتوں اور امور کی خبر دی جو آپ کی قوم اور شہر میں معروف نہ تھے۔ نہ ہی کسی اور شہر میں انہیں کوئی جانتا تھا' نہ کسی زمانے میں ان امور سے واقفیت تھی' نہ ہی ان سے قبل کسی نے اتنی کامل ترین شریعت پیش کی تھی' نہ کوئی دین دیگر ادیان پر دلائل و براہین کے ذریعے اتنا غالب آیا تھا۔ پھر آپ کی تابعداری بھی اس طبقۂ ضعفاء نے کی جو ہر دور میں انبیاء کا ساتھ دیتا آ رہا تھے۔ جبکہ سرمایہ داروں' جاگیرداروں اور حکمرانوں نے آپ کی مخالفت کی' دشمنی شروع کی اور آپ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنانے لگے' آپ کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دی جیسا کہ ہر نبی کے ساتھ ایسے لوگ اسی طرح کا سلوک کرتے تھے۔جن لوگوں نے آپ کی اتباع کی تھی انہیں نہ تو کوئی مالی لالچ تھا نہ ہی کسی ڈر اور دباؤ کی وجہ سے متبع بنے تھے' آپ کے پاس نہ تو کوئی مال تھا جو انہیں دیا جاتا نہ ہی کوئی اور کسی قسم کا فائدہ انہیں دے سکتے تھے۔ نہ ہی آپ کے پاس ایسی طاقت تھی جس کے زور پر انہیں تابع بنایا جاتا بلکہ طاقت' مال اور عہدے سب آپ کے دشمنوں کے پاس تھے۔انہوں نے نبی ﷺ کے متبعین کو مختلف ایذائیں اور سزائیں دیں مگر وہ اللہ سے اجر کی امید پر صبر کرتے رہے سب تکالیف برداشت کرتے رہے۔ اپنے دین سے مرتد نہ ہوئے اس لیے کہ ان کے دلوں میں ایمان پیوست ہو گیا تھا۔ایمان کی مٹھاس ان کے خون میں شامل ہو گئی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام کے دور سے عرب مکہ کا حج کرتے آرہے تھے' حج کے موقع پر تمام قبائل یہاں جمع ہوتے تھے اس وقت آپ ان کو دین کی تبلیغ کرتے تھے' انہیں اللہ کی طرف بلاتے تھے ان کی طرف سے ملنے والی تکذیب' ظلم' اور تکالیف پر صبر کرتے تھے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ کو مدینہ کی

طرف ہجرت کرنی پڑی جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی' وہ لوگ چونکہ یہود کے ساتھ رہتے تھے اس لیے انہوں نے یہود سے محمد کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کا یہود انتظار کر رہے تھے۔ جب آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ وہی نبی ہے جن کا یہود کو انتظار تھا۔ آپ کا مقام و مرتبہ ان کو پہلے ہی یہود کی زبانی معلوم ہو گیا تھا اس لیے آپ کا دین وہاں صرف دس سال کے عرصے میں پوری طرح پھیل گیا تھا اور مستحکم ہو گیا۔ اہل مدینہ آپ پر ایمان لائے آپ کی اتباع کی اور آپ کے ساتھ مل کر انہوں نے جہاد کیا' آپ اور آپ کے متبعین نے مدینہ ہجرت کی تو آپ کے ساتھیوں مہاجر و انصار میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے کسی دنیاوی لالچ یا کسی خوف وڈر کے سبب اسلام قبول کیا ہو پھر جب جہاد کی اجازت اللہ کی طرف سے مل گئی تو آپ نے جہاد کا حکم دے دیا۔

آپ ہمیشہ اللہ کے حکم پر مکمل طریقے سے قائم رہے۔ عدل' صدق اور ایفائے عہد کی صفات آپ میں ہمیشہ موجود رہیں' آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' وعدہ خلافی نہیں' کی کسی پر ظلم نہیں کیا' بلکہ سب سے زیادہ سچے' عادل اور وعدہ وفا کرنے والے تھے۔ حالات جیسے بھی ہوں آپ کی یہ صفات ہمیشہ آپ میں موجود رہیں' جنگ ہو یا امن ہو' خوف ہو' خوشحالی' غربت ہو دشمن پر غالب ہوں یا مغلوب' یہ صفات ہمیشہ اپنائے رکھتے۔ رفتہ رفتہ آپ کا لایا ہوا دین پورے عرب میں پھیل گیا جہاں پہلے بت پرستی' کہانت' خالق کے ساتھ کفر میں مخلوق کی اطاعت' قتل وغارت گری' قطع رحمی جیسی بد عادات پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ لوگ آخرت سے ناواقف تھے۔ اسلام لانے کے بعد وہ روئے زمین کے سب سے بڑے عالم' دیندار' عادل اور افضل ترین لوگ بن گئے تھے یہاں تک کہ جب یہ لوگ شام گئے اور نصاریٰ نے انہیں دیکھا تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا کہ عیسیٰ کا ساتھ دینے والے بھی ایسے نہ تھے۔ یہ ہیں ان کے دین وعلم کے آثار اور دیگر لوگوں کی بھی باقیات موجود ہیں مگر دونوں میں کتنا فرق ہے' یہ کسی بھی صاحبِ عقل پر مخفی نہیں ۔ نبی کا دین غالب ہوا۔ آپ نے حکمرانی کی' آپ کے لیے لوگوں نے اپنے مال اور جانیں پیش کیں مگر

جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کی کوئی جائیداد نہ تھی، نہ اونٹ، نہ بکریاں، نہ کوئی اور سامان سوائے ایک خچر، اسلحہ اور ایک زرہ جو یہودی کے پاس جو کے بدلے میں گروی رکھوائی گئی تھی۔ آپ اپنے گھر والوں کے روزمرہ کے اخراجات کے سوا جو کچھ ہوتا اسے مسلمانوں کے لیے خرچ کرتے تھے، اس لیے آپ نے فرمایا تھا کہ آپ کی میراث نہ ہوگی نہ ہی کوئی آپ کا وارث بنے گا۔ آپ لوگوں کو (وحی کی بنیاد پر) ما کان وما یکون کی خبر دیتے تھے۔ انہیں اچھائی کرنے اور برائی سے اجتناب کا حکم دیتے تھے اور ترتیب وار ان کو شریعت دیتے جاتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کے ذریعے پورا دین مکمل کر دیا۔ اور آپ ایسی مکمل شریعت دنیا کو دے گئے کہ کوئی اچھائی ایسی نہیں جسے عقل اچھا کہے اور شریعت نے اس کا حکم نہ دیا ہو یا عقل کسی چیز کو غلط کہے اور شریعت نے اس سے منع نہ کیا ہو۔ ہر اچھائی کا حکم اور ہر برائی سے ممانعت اس شریعت میں موجود ہے۔ اس شریعت نے جس چیز کا حکم دیا ہے اس کے بارے میں یہ کبھی نہیں کہا جاسکتا کہ کاش یہ حکم نہ دیا گیا ہوتا اور جس چیز سے منع کیا ہے اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کاش اس سے منع نہ کیا گیا ہوتا! پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں، کوئی چیز ان میں سے حرام نہیں کی جیسا کہ دیگر شرائع میں تھا۔ ناپاک اشیاء کو حرام کیا گیا ہے ان میں سے کسی چیز کو حلال نہیں کیا گیا جیسا کہ دیگر افرد نے انہیں حلال سمجھا تھا۔ سابقہ امتوں میں جو خوبیاں تھیں وہ اس میں ساری جمع ہیں۔ اللہ کے بارے میں، آخرت اور ملائکہ سے متعلق تورات، انجیل اور زبور میں جو خبریں تھیں اسلام نے ان کو مکمل ترین طریقے سے پیش کر دیا ہے اور ایسی بھی بہت سی خبریں اور معلومات دی ہیں جو ان کتب میں نہیں تھیں۔ ان کتب میں عدل کا جواب اور فیصلہ اور مندوب ہونا، اچھائیوں کی ترغیب جتنی تھی اسلام نے اس سے زیادہ دی ہے۔ جب بھی کوئی صاحبِ عقل اسلام کی عبادات اور دیگر شرائع کی عبادات میں موازنہ کرے گا وہ اسلامی عبادات کی فضیلت واہمیت کا قائل ہو جائے گا۔ اسی طرح حدود، احکام اور دیگر شرائع کی بات ہے۔ اسی طرح آپ کی امت کا علم اگر دیگر امتوں کے علم سے موازنہ کیا جائے تو ان کی

علمیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس امت کی دینداری اور عبادت گزاری اور اطاعت کا موازنہ دوسری امتوں سے کیا جائے تو ان کی اطاعت وعبادت کا قائل ہونا پڑے گا۔ اگر امت کے صبر اور جہاد کا تقابل دیگر اقوام اور امم سے ہو تو یہ سب سے دلیر اور بڑے مجاہد نظر آئیں گے۔ اگر اس امت کی سخاوت' خرچ کرنے کا جذبہ اور ایثار دیکھا جائے تو یہ دیگر امتوں سے زیادہ سخی اور خرچ کرنے والی امت ہے۔ یہ تمام خوبیاں اس امت نے اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے لی ہیں انہی سے سیکھی ہیں آپ نے ہی ان کو ایسا حکم دیا حکم نہیں بلکہ عمل وسیرت سے ان کے سامنے ان خوبیوں کا نمونہ پیش کیا۔ یہ لوگ آپ سے پہلے کسی کتاب کے پیروکار نہیں تھے کہ اس کی تکمیل کے لیے قرآن آیا ہو جیسا کہ عیسیٰ تورات کی تکمیل کے لیے آئے تھے اس لیے عیسیٰ کے متبعین کی فضیلت کچھ تورات اور کچھ انجیل کے سبب سے تھی۔ ان کے علوم کا بھی یہی حال تھا کہ تورات' انجیل اور زبور سے ماخوذ تھے کچھ دیگر انبیاء سے اور کچھ حواریین سے کچھ ان کے بعد والوں سے اخذ شدہ تھے۔

انہوں نے فلاسفہ کے کلام سے بھی استفادہ کیا تھا اور ان تمام حاصل شدہ معلومات کو انہوں نے ''تحریف کے دوران'' دین مسیح میں داخل کر دیا اور ایسی ایسی باتیں بھی داخل کیں جو کفار کی تھیں' دین سے معارض تھیں۔ جبکہ امت محمد قرآن سے قبل کوئی نہیں پڑھتے تھے بلکہ ان کی اکثریت موسیٰ' عیسیٰ اور داؤد علیہم السلام پر تورات' زبور اور انجیل پر ایمان نہیں رکھتی تھی مگر محمد ﷺ کی وجہ سے لے آئی کہ آپ نے انہیں حکم دیا تھا اور ان سب پر ایمان لانے کا۔

﴿......قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا......﴾[البقرة:١٣٦]

''کہو کہ ہم ایمان لے آئے''۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿......اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ......﴾[البقرة:٢٨٥]

''......رسول بھی ایمان لائے اور مومن بھی......''

آپ کی امت صرف اس دین کو اپنانا جائز سمجھتی ہے کہ جسے محمد ﷺ لے کر آئے ہیں' جس پر اللہ کی طرف سے دلیل نہ ہو اس کو نہیں اپناتے یعنی بدعت نہیں کرتی۔ جس کی اجازت اللہ نے نہ دی ہو اس کو شریعت نہیں بناتی' البتہ اللہ نے انبیاء کی خبروں اور واقعات میں سے جو کچھ بیان کیا ہے مسلمان اسے تسلیم کرتے ہیں ان پر اعتبار و بھروسہ کرتے ہیں اور اہل کتاب نے قرآن کے مطابق جو کچھ بیان کیا ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ جس کی صداقت و کذب کا معلوم نہیں ہوتا اس کی تصدیق یا تکذیب نہیں کرتے۔ جو شخص دین اسلام میں فارس' یونان یا ہند کے فلاسفہ کے اقوال داخل کرتا ہے مسلمان اسے بے دین اور بدعتی قرار دیتے ہیں۔ یہ ہے وہ دین جس پر صحابہ کرام قائم تھے اسی دین کو تابعین' ائمہ دین عام مسلمانوں نے اپنایا ہے' جس نے اس دین کو ترک کیا وہ ذلیل و رسوا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ جب اللہ نے محمد ﷺ کو دین حق اور ہدایت دے کر بھیجا تو آپ کی امت کے مسلمانوں نے یہ دین اپنا لیا امت میں جو بھی عمل صالح یا علم نافع ہے یہ امت نے محمد ﷺ سے لیا ہے جس کی بنا پر ہر عقلمند کو نظر آتا ہے کہ یہ امت فضائل علمیہ و عملیہ میں مکمل ترین امت ہے اور ان میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ اپنے معلم (محمد ﷺ) سے حاصل کی ہوئی ہیں۔ یہ خود ہی اس بات کی دلیل بن جاتی ہے کہ آپ علم و دین کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بڑھ کر کامل تھے اس بات کی بھی یہ دلیل ہے کہ آپ اپنے اس دعویٰ میں سچے تھے:

﴿ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً ﴾[الاعراف:۱۵۸]

''میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''۔

(ابن تیمیہؒ کا عمدہ اختتام کو پہنچا)

فصل

شیخ الاسلام کی کتاب ''الجواب الصحیح'' سے اقتباس:

شیخ الاسلام نے اپنی کتاب میں پہلے بہت سی احادیث' رسول کے معجزات' آپ کی رسالت کے دلائل جو ماضی و مستقبل کے غیب کے امور سے متعلق ہیں' آپ کی جو دعائیں قبول ہوئی ہیں اور دیگر افعال ذکر کیے ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں:

ہم نے نبی کے جو معجزات ذکر کیے ہیں جو صحیح روایات سے ثابت ہیں' یہ وہ معجزات ہیں جن پر اتفاق ہے یہ اختلافی نہیں ہیں۔ یہ طریقہ ہے جس پر علماء چلتے ہیں اور ان کی خبر دینے والے (محمد ﷺ) کی فضیلت کو تسلیم کرتے ہیں' ان کو تسلیم کرنے کے یہی دو طریقے ہیں:

(۱) تواتر عام

(۲) تواتر خاص

تیسرا طریقہ ہے تواتر معنوی کا' اس پر اکثر گروہ متفق ہیں لوگ اکثر ایسی خبریں سنتے ہیں جو متفق ہیں' لوگ اکثر ایسی خبریں سنتے ہیں جو متفرق ہوتی ہیں مگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک ہی امر بن جاتا ہے۔

(پھر ابن تیمیہ نے متقدمین ومتاخرین مشہور لوگوں کی مثالیں دی ہیں)

پھر فرماتے ہیں یہ احادیث اور ان کی کئی گنا مزید احادیث ان مشہور لوگوں میں سے کس سے منقول ہیں اور پھر ان سے بھی زیادہ مشہور لوگوں نے انہیں نقل کیا ہے۔ یہ روایات اس بات پر متفق ہیں کہ محمد بن عبداللہ کے ہاتھوں خارق عادت' عجیب عجیب معجزات ظہور میں آتے تھے جن کی مثال لوگوں نے کبھی نہ دیکھی تھی اور مسلمانوں نے ان معجزات میں سے بہت بڑے معجزات ایسے دیکھے تھے جو اہل کتاب نے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے بھی نقل نہ کیے تھے۔ قرآن کے علاوہ آپ کے معجزات ان معجزات سے کئی

گناہ ہیں جو تورات وانجیل میں مذکور ہیں۔(پھر چوتھا طریقہ ذکر کیا ہے) ان معجزات کا ظہور بہت سارے لوگوں کے سامنے ہوتا تھا جیسا کہ خندق والے دن کھانے کا زیادہ ہونا۔ حدیبیہ والے دن آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے جاری ہونا۔ تبوک اور خیبر میں کھانا اور پانی کا زیادہ ہونا جبکہ ان مواقع پر ہزاروں لوگ موجود تھے اور یہ ہزاروں لوگ ان معجزات کو متفقہ طور پر نقل کرکے آگے بیان کرتے تھے اور کوئی آدمی بھی اس سے انکار نہیں کرتا تھا اس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ان کے نقل وروایت پر اسی طرح متفق تھے جس طرح قرآن اور شریعت متواترہ کے نقل پر تھے۔ پھر پانچواں طریقہ بیان کرتے ہیں کہ اہل علم کی تصنیفات' مفسرین کی تفسیریں' محدثین کی کتابیں' فقہ' سیر' تاریخ یہ سب ان معجزات کے ذکر سے بھری پڑی ہیں اور تواتر کے ساتھ انہیں بیان کیا ہے۔ ان گروہوں میں اسے اگر ایک بھی گروہ ذکر کرتا تو وہ بھی علم یقینی کا فائدہ دیتا جبکہ ان تمام نے ذکر کیا ہے تو بدرجہ اولیٰ علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ ان طریقوں سے کبھی معجزات کے لئے تواتر جنس عام کا استدلال ہوتا ہے مگر یہ کم ہے اور کبھی ایک جنس معجزہ کا الگ الگ تواتر ثابت ہوتا ہے جیسے تکثیر الطعام کا تواتر' پانی زیادہ ہونے کا تواتر کم کھانا بہت سے لوگوں کو کافی ہونے کا تواتر وغیرہ۔ جب انسان ان میں غور کرتا ہے اور ان کی اہمیت کو مدنظر رکھتا ہے اور ان معجزات کے استدلال کو تسلیم کرتا ہے تو اس کا علم اور یقین بڑھ جاتا ہے۔ اور یہ بات واضح ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ ان کے بارے میں علم زیادہ واضح ہے بہ نسبت دیگر متواتر روایات کے۔ دنیا میں جتنے بھی علوم ہیں وہ اخبار متواترہ کے ذریعے سے حاصل ہوتے ہیں البتہ نبی کے معجزات اور شرائع کا علم ان سے زیادہ واضح اور ثابت شدہ ہے' انبیاء' مشائخ' علماء' بادشاہ وغیرہ کے حالات' اقوال' افعال اور سیرت جتنے مشہور ہیں ان سب سے زیادہ جناب محمد ﷺ کی سیرت' اقوال' افعال اور حالات مشہور ہیں۔ ان کو جس طرح نقل وروایت کیا گیا ہے وہ مکمل ترین ذریعہ ہے۔ دنیا میں جو کچھ بھی نقل تواتر سے ثابت ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ نبی کے معجزات کا ثبوت ہے' اور اس تواتر سے اللہ کے

فرمان کی تائید بھی ہوتی ہے کہ:

﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا﴾[الفتح:۲۵]

''اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے اور اللہ کافی ہے گواہ''۔

دین کا یہ غلبہ علم، حجت اور بیان کے ذریعے سے ہوگا اور اس کے لیے معجزات و براہین زیادہ اہم ہیں، ان کے ذریعے سے دین غالب ہوگا وہ اسی طرح کہ نبی ﷺ سے جو معجزات منقول ہیں وہ دلائل ضروری ہیں۔ اس طرح اللہ نے اس دین کو تمام ادیان پر علم، حجت و بیان کے ذریعے سے غالب کیا ہے جس طرح کہ قوت مدد اور تائید کے ذریعے سے کیا ہے۔ کسی بھی بات کو ثابت کرنے کے لیے اگر عقلی دلیل کی ضرورت ہے تو اللہ کی آیات کے لے عقلی دلائل سب سے زیادہ ہیں۔

پھر چھٹا طریقہ ذکر کیا ہے کہ علماء نے ان معجزات کے بارے میں بہت سی تصانیف لکھی ہیں خاص اسی موضوع پر کتب تحریر کی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے مختلف معجزات روایات میں تواتر کے ساتھ مذکور ومنقول ہیں، یہ دیگر متواتر منقول سے زیادہ ہیں احادیث میں منقول معجزات ان کے علاوہ ہیں جو قرآن میں مذکور یا اس سے مستفاد ہیں۔ ان کے لیے بھی بعض مصنفین نے علیحدہ کتابیں لکھی ہیں، جن میں تفصیل سے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ قرآن میں مذکور معجزات کی تعداد دس ہزار سے زیاد ہے۔ قرآن وحدیث میں مذکورہ معجزات کی یہ تعداد اہل کتاب کے بیان کردہ معجزات سے زیادہ ہے۔ ان معجزات کے علاوہ بھی نبی کی صداقت کے دلائل ہیں مثلاً آپ کی شریعت، آپ کی امت کی صفات، آپ کی سیرت، اخلاق، احوال اور اللہ کی طرف سے متعدد مواقع پر آپ کی مدد، آپ پر ایمان لانے والوں کو عزت دینا، آپ کا انکار پر کفر کرنے والوں کو عذاب کرنا، آپ کی نبوت کے دلائل شمار کرنا

کسی بشر کے بس کی بات نہیں ہے۔ البتہ آپ پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ نے ہر قوم یا شخص کے لیے جو معجزات بیان کیے ہیں وہ کسی اور قوم یا شخص کے لیے نہیں ہیں۔ جس طرح کہ اللہ کی ربوبیت کے جتنے دلائل ہیں وہ کسی اور کے نہیں ہیں۔

(مزید تفصیل کے لیے اصل ماخذ سے رجوع کیا جاسکتا ہے)

فصل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا یَأْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا﴾[الفرقان:۳۳]

''یہ لوگ آپ کے پاس جو بھی مثال لاتے ہیں ہم آپ کے پاس حق لاتے ہیں اور بہتر تفسیر''۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ [الانعام:۱۱۵]

''تیرے رب کے کلمات صدق اور عدل کے لحاظ سے مکمل ہیں''۔

﴿وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ﴾[االاحزاب:٤]

''اور وہ اللہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے اور حق بیان کرتا ہے''۔

اس بارے میں اور بھی بہت سی آیات ہیں ۔ یہ دین کے بڑے دلائل میں سے ہے کہ یہ دین کلی طور پر حق ہے اور اس کے فروعی واصولی مسائل حق ہیں اور اس کے دلائل وبراہین سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، حقائق کی وضاحت کرتے ہیں اور اس دین میں جو معلومات دی گئی ہیں وہ سچائی کے اعلیٰ درجے کی ہیں اللہ نے یہ معلومات دی ہیں اور اس رسول نے دی ہیں جو وحی کے بغیر بات نہیں کرتا تھا۔ کتاب اللہ، قرآن اس طرح کے تواتر سے منقول ہوتا آیا ہے کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں مل

سکتی کہ پوری امت نے اس کو تسلسل سے تواتراً نقل کیا ہے۔ ہر نسل نے دوسری نسل کو لفظی و معنوی طور پر حوالے کیا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی و تغیر نہیں ہوا ہے۔ نبی سے دین کے اصول اور بڑے بڑے شرعی احکام بھی تواتر کے ساتھ روایت ہوتے آئے ہیں اور اس طرح کا نقل ہوتا آنا دنیا کا سب بڑا سچ اور صدق کی تلاش کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ صدق و کذب میں تمیز کا سبب بھی یہی نقل بالتواتر ہے۔ ان راویوں نے صحیح اور ضعیف کو علیحدہ کرنے پر بہت زیادہ توجہ دی ہے۔ حق و باطل میں تمیز کی اتنی کوشش کی ہے کہ دنیا میں کوئی اور نہیں کرسکا ہے۔ اس دین کے نظریات سب کے سب ایسے حقائق ہیں جو نقل و عقل صحیح سے ثابت شدہ ہیں۔

اسلام نے جن حقائق کی نشاندہی کی، جنہیں بیان کیا ہے یا ان میں کوئی بھی صاحبِ عقل کبھی شک نہیں کرسکتا۔ اگر دلائل صحیحہ کے بعد بھی کوئی شخص صرف اپنے خیال و رائے کی بنیاد پر بغیر دلیل کے شک کرتا ہے تو یہ اس کے نقطہ نظر اور عقل کی خرابی ہے۔ جس نے بھی غیر جانبدار ہوکر عقل صحیح کی روشنی میں اسلام کے اصولوں پر نظر ڈالی ہے اور اس دین کے اصول و فروع میں تحقیق کی ہے وہ اس دین کی عظمت اور اس کے مسائل و براہین کی حقانیت کا قائل ہوا ہے۔ اور اس بات پر بھی اسے یقین آیا ہے کہ یہ دین محکم و مضبوط ہے اس میں نہ اختلاف ہے نہ تناقض و تضاد بلکہ اس کے تمام احکام و مسائل ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اگر یہ دین اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا۔ اگر کسی کو اس بات میں شک ہوتو وہ دین کے اصولوں میں سے کوئی بھی دو ایسے اصول پیش کردے جو باہم متعارض و متضاد ہوں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، دین کے جن امور میں تضاد و تناقض نظر آتا ہے تو اس کی وجہ جھوٹی روایات یا نقطہ نظر کی غلطی ہوتی ہے اور یہ تو تمام نظریات میں ہوسکتا ہے بلکہ ہوا ہے دنیا کے بارے میں جو تحقیقات، قیاسات و نظریات اور تجربات ہوئے ہیں ان میں بھی کبھی ایک تحقیق، قیاس و نظریہ کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد اسی کو رد بھی

کردیا جاتا ہے بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمام صاحبانِ عقل ایک رائے پر متفق ہوجاتے ہیں اور پھران کی تقلید کرنے والے صرف ان کی علمی مقام کے مدنظر بلا بصیرت اس نظریہ کو اپناتے ہیں پھراس کے بعد کچھ لوگ آ کر اس نظریہ کو ختم کر کے اس میں سے ایک اور نظریے نکال لاتے ہیں اس طرح یہ افکار انہیں دین کے انکار اور تکبر کی طرف لیجاتے ہیں اس طرح کا حال ہراس شخص کا ہوا ہے جو حق کا مخالف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَ هُمْ فَهُمْ فِيْ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ﴾[ق:۵]

''بلکہ انہوں نے حق جھٹلایا جب ان کے پاس آیا' وہ مضطرب ہی ہیں''۔

یہ نظریات وہ خیالات جو انہوں نے وضع کیے ہیں اور پھر ان کے ذریعے سے رسولوں کے دین کا مقابلہ کررہے ہیں یہ ان کی بہت بڑی جہالت کی دلیل ہے اس لیے کہ انبیاء کا دین براہین قاطعہ ودلائل قویہ پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لیے خود ساختہ نظریات کی بنیاد پر قطعی دلائل سے آراستہ دین کا مقابلہ کرنا جہالت ولاعلمی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ خاص کر ایسے نظریات کہ جن کو بعد میں آنے والے غلط ثابت کر کے رد کر دیتے ہیں اور ایسے نظریات ومعلومات کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔ خاص کر دین کے صحیح حقائق کے سامنے۔ ایسی معلومات ناپائیدار ہوتی ہیں' یہ کبھی بھی خود کو برقرار نہیں رکھ پاتیں۔ تحقیق سے اب تک یہی کچھ ثابت ہوا ہے جبکہ رسول کے لائے اصولِ دین وفروع دین ہمیشہ سے ثابت ومحکم ہیں' ان کے ثبوت کے لیے مختلف النوع قطعی دلائل موجود ہیں۔

اللہ نے اہلِ بصیرت وصاحبانِ عقل وفہم کو دعوت دی ہے کہ ان دلائل وبراہین میں غور وفکر کرلیں تو ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ ان کی عقول اور ان کے دلوں کو اطمینان ملے گا۔ انہیں حق کی پہچان ہوجائے گی' وہ اس بات پر اجمالاً وتفصیلاً علم یقین حاصل کرلیں گے کہ عقل کے لیے ممکن نہیں کہ وہ

دین کی تفصیلات کورد کردے یا دین کا کوئی حکم عقل کے منافی ہو یا محسوسات ومعقولات اللہ کی کتاب کی دی ہوئی معلومات کے متعارض ہوں۔ آپ کی لائی شریعت (عقل کے خلاف اس لیے بھی نہیں ہوسکتی) کہ یہ تمام سابقہ شرائع پر نگران ہے اوران میں بیان کردہ وہ تمام حقائق کی تصدیق کرنے والی ہے۔ تمام انبیاء کی تصدیق کرتی ہے۔ اور یہ شریعت ہی سابقہ انبیاء کی تصدیق کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اس شریعت نے سابقہ شریعتوں میں ہونے والی تحریفات کو غلط ثابت کیا ہے۔ باطل قرار دیا ہے اوران شریعتوں کے لیے معیار معیار و پیمانہ سید الانبیاء کی لائی ہوئی یہی شریعت قرار پائی ہے۔ ہر صاحبِ علم ومنصف مزاج شخص یہ یقین کیے بنا نہیں رہ سکتا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ جو شریعت اور دین لائے ہیں وہ سچ، حق اور یقین ہے اس کے احکام حق، عدل اور دنیا اور آخرت کی اصلاح پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلاً ٥ ﴾[الانعام:١١٥]

''تیرے رب کے کلمات صدق وعدل کے لحاظ سے مکمل ہیں۔

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ٥ ﴾[النساء:٨٧]

''اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہے''۔

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلاً ٥ ﴾[النساء:١٢٢]

''اللہ سے زیادہ سچا قول کس کا ہے''۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ٥﴾[المائدة:٥٠]

اللہ سے بہتر بات کون کرسکتا ہے۔یقین کرنے والی قوم کے لیے‘‘۔

اللہ کی تعریف اس بات پر کرنی چاہیے کہ اس نے اپنی کتاب وشریعت کو جہالت سے نکلنے کا راستہ وذریعہ بنایا اور دلوں کی بیماریوں‘ شکوک وشبہات اورخواہشات کا علاج بنایا۔اس کو تمام بھلائیوں کے حصول کا سبب بنایا۔اس میں ہر وہ چیز بیان کردی جس کی انسانوں کوضرورت ہوتی ہے۔

اس اللہ کی ہم تعریف کرتے ہیں جس کی مدد سے تمام اچھے امور تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

﴿......وصلی اللّٰہ علی محمد وآلہ وسلم ......﴾

اس کتاب کی تکمیل پر میں اللہ کا شکرگزار ہوں اور دعا گوہوں کہ اسے نفع عام کا ذریعہ بنائے۔

{..........آمین..................}

عبدالرحمن بن ناصر السعدی

عنیزہ نجد ۲۰ /رمضان ۱۳٦۷ھ

فہرست